جملہ حقوق محفوظ

دسمبر ۱۹۰۶ء

ایڈیٹر شیخ عبدالقادر بی-اے

مخزن

اردو علم ادب کی دلچسپیوں کا ایک ماہوار مجموعہ

نصائح رفاعیہ - شیخ عبدالقادر ۱
افادات وان کیمبل - ایم مہدی حسن از الہ آباد ۳
تناسخ یا تبدل - حضرت آغا شاعر قزلباش دہلوی
دہلی کے مساجد و معابد کی سرگذشت - شمس العلما مولوی محمد ذکاء اللہ صاحب
قدیم یونانی توہمات کی دلچسپ کہانیاں "شیدا" از کیمبرج ۲۴
رباعیات انیس (ریویو) ایڈیٹر
شرر و سرشار - میرزا محمد سعید ایم-اے ۴۱
کلام اکبر - خان بہادر سید اکبر حسین صاحب جج ۵۲
ایک اجل رسیدہ کی تمنا - منشی درگا سہائے سرور جہان آبادی
کل شیٔ ھالک - عزیز احمد صاحب بلگرامی
ایک صبح کی عبادت گذار - حضرت آغا شاعر قزلباش دہلوی
آزادی - آنریبل مولوی محمد شاہ دین صاحب بی-اے جج چیف کورٹ لاہور
ہندو مسلمانوں کا اتفاق - مولوی سید محمد فاروق صاحب
غزل اقبال - شیخ محمد اقبال ایم-اے از کیمبرج
گیہوں - مولانا سید امجد علی صاحب اشہری

دس کروڑ ہندوستانی اردو بولتے ہیں اور اسی قدر اور ہندوستانی اردو سمجھتے ہیں

○ ان شہروں میں اردو مادری زبان ہے - □ ان شہروں میں اردو مروج ہے - ⊕ ان شہروں میں اردو سمجھی جاتی ہے -

باہتمام شیخ محمد اکرام مخزن پریس لاہور میں چھپکر شائع ہوا

قیمت سالانہ مع محصولڈاک (قسم دوم) پیسے فی پرچہ ۳

یہ چک کیسا ہے

اپنی دوا کے ساتھ ہم ایک چک بھی کاٹ دیتے ہیں جو فائدہ نہ ہونے کی حالت میں ایک روپیہ بنک سے واپس دلا دے گا

کارخانہ آج پورے پچاس برس سے ملک میں طبی خدمات کا دم بھر رہا ہے علاوہ ہزارہا قابل قدر سندات کے گورنمنٹ عالیہ نے ۱۹۲۵ء میں اس قوم کے ہیڈ شیخ خیر الدین صاحب آنریری مجسٹریٹ و میونسپل کمشنر کو بصلہ خدمات امراض وبائیہ ایک نہایت شاندار بیش قیمت طلائی گھڑی مرحمت فرما کر اپنی خوشنودی ظاہر کی تھی۔ دواؤں کی خوبی اور ان کے اوصاف کرنے کی بجائے ہم ہر دوا کے ساتھ آپ کو ایک چک

پنجاب کوآپریٹو بنک لمیٹڈ لاہور

کے نام دیتے ہیں۔ دوا کے باقاعدہ استعمال کے بعد اگر آپ کو فائدہ نہ ہو تو آپ یقیناً اس امر کے مجاز ہیں کہ وہی چک براہ راست مذکورہ بالا بنک میں بھیج کر ہمارے کھلے ہوئے حساب میں سے روپیہ واپس لے لیں۔ پس اس سے زیادہ آسان اور کھرا طریقہ ناممکن ہے

معجون مقوی اعصاب

حب خاص

شربت مقوی اعصاب

شیخ خیر الدین رحیم بخش دواساز مالک شفاخانہ یونانی و ڈاکٹری لاہور

پنڈت رتن ناتھ سرشار

مولوی عبدالحلیم شرر

مخزن

نصائح رفاعیہ

مجھے استنبول کے سفر میں جو صحبتیں نصیب ہوئیں - ان میں سب سے گہرا نقش دل پر اس بزم مختصر نے چھوڑا - جو شیخ محمد ابوالہدٰے سردار طریقت رفاعی کے ہاں دیکھی - یہ بزرگ تیس سال سے مقربین بارگاہ سلطانی میں ہیں اور دنیا کا زرد مال ان کے لئے ہر وقت حاضر ہے اس پر تواضع اور حُسن خلق کا نمونہ ہیں اور دن رات سوائے یادِ حق اور تلقین شرع کے کوئی شغل نہیں رکھتے - ان کے دیکھتے دیکھتے کئی مجلسیں بنیں اور کئی بگڑیں - کتنے لوگ بڑھے اور کئی گرے - مگر انہیں کسی سے سروکار نہ رہا اور نہ ہے - ع - رہتے ہیں دنیا میں سب کے درمیان سب سے الگ - ایک دن انہوں نے مجھے ایک چھوٹا سا رسالہ اردو میں لکھا ہوا عنایت فرمایا جس میں طریقہ مبارکہ رفاعیہ کے سب سے بڑے سرتاج حضرت سید احمد اکبر رحمۃ اللہ علیہ کے ایک سو اقوال کسی نے عربی سے ترجمہ کئے ہیں - میں نہیں چاہتا کہ اس نعمت سے اکیلا مستفید ہوں - اس لئے ارادہ رکھتا ہوں کہ اس رسالے کو شائع کر دوں - پیشتر اس کے کہ وہ رسالہ علیحدہ چھپے اور لوگ اس کے فیوض سے بہرہ اندوز ہوں - ان نصائح میں سے بعض جو ہر ملت و مذہب کے اصحاب کے لئے یکساں دلچسپ ہیں - یہاں نقل کر دیتا -

ہوں - تاکہ اہل نظر دیکھیں کہ حکمت کے کیسے کیسے دفتر ان مختصر فقروں میں بند کئے گئے ہیں:-

۱ - ہمارا طریق ہے: نہ مانگیں اور نہ پھیر دیں اور نہ جمع کر رکھیں -

۲ - دعویٰ تکبر کا نتیجہ ہے - دل اس کی برداشت نہیں کر سکتا اور اُسے زبان کی طرف پھینک دیتا ہے - احمق زبان اسے کہہ بیٹھتی ہے -

۳ - تھوڑا ادب اچھا ہے اُس علم و عمل سے جس کے ساتھ ادب نہ ہو -

۴ - تیرا بھائی وہ ہے کہ تیرا نفس اُس پر بھروسا کرے اور تیرے دل کو اس سے آرام ہو اور تجھ کو خدا سے باز نہ رکھے -

۵ - اللہ کے ساتھ رہ بصدق موافقت - خلق کے ساتھ بہ خیر خواہی - لیکن نفس کے ساتھ بر سر پرخاش -

۶ - امید کا کوتاہ کرنا زہد ہے - نہ کہ کملی پہننا - اور موٹا کھانا -

۷ - جس نے صبر کی زرہ پہنی - شتاب کاری کے تیروں سے بچ گیا -

۸ - حق خاص و عام کے دلوں میں پوشیدہ ہے خواہ وہ حق پر ہوں خواہ باطل پر

۹ - اعمال کے محرابوں کی مرمت خیال کے ہاتھوں سے نہیں ہو سکتی -

۱۰ - بندۂ زر نہ خدا کا بندہ ہو سکتا ہے نہ خلقِ خدا کا دوست -

۱۱ - مروت کے معنے یہ ہیں کہ اپنے نفس پر اُس کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ ڈالے

۱۲ - جب علم کسی راہ میں منزل بناتا ہے تو جہل کو وہاں سے کوچ کرنا پڑتا ہے

۱۳ - خوش خلقی فایدہ مند تجارت ہے - قناعت خزانہ ہے - دنیا کی محبت میں گرفتار نہ رہنا آبرو ہے - توکل پناہ ہے اور عقل کشتی نجات -

۱۴ - عذاب کی تلخی گناہ کی شیرینی کو بھلا دیتی ہے -

۱۵ - دانشمند کا چراغ کبھی گل نہیں ہوتا - اور نہ اس کی آبرو کی پردہ دری ہوتی ہے -

عبدالقادر

افاداتِ وان کریمر

متعلق

تمدن اسلام

۱

مسٹر صلاح الدین خدا بخش ایم اے - بیرسٹر ایٹ لا نے تاریخ الاسلام کے متعلق انگریزی میں ایک مجموعہ رسائل شایع کیا ہے جس میں جرمن کے نامور موّرخ وان کریمر کی ایک بے مثل اور جامع تالیف کا ترجمہ خصوصیت کے ساتھ لایق ذکر ہے وان کریمر کی نسبت یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ عربی دان تھا یا نہیں تاہم چونکہ مسلمانوں کی تمام قدیم اور نایاب تاریخی تصنیفات - قریب قریب ترجمہ کے ذریعہ سے یوروپین زبانوں میں منتقل ہو گئی ہیں - یہ کہنا غالباً صحیح ہوگا کہ وان کریمر نے جو کچھ لکھا ہے اول درجہ کے ماخذوں سے لکھا ہے - اس نے متعدد کتابیں متعلقات اسلام پر جرمن زبانوں میں لکھی ہیں اور آج یوروپ میں اس حد تک اس کی تحقیقات کا لوہا مانا جاتا ہے کہ بڑے بڑے فاضل اور پروفیسر بھی اُس کی تحقیقات کے نتایج سے بے نیاز نہیں رہ سکتے اور ادبی (لٹریری) گروہ میں یہ ایک رواج سا ہو گیا ہے کہ استشہاد جہاں جہاں کھپت ممکن ہوتی ہے - اُس کے خیالات سے جدید تالیفات کی وقعت بڑھائی جاتی ہے -

بہرحال جس تالیف کے اقتباسات اسوقت پیش کرتے ہیں اُس کا موضوع خاص یہ ہے کہ اسلام نے دوسرے مذاہب سے کہاں تک فایدہ اٹھایا؟ وان کریمر

نے اسلام پر ایک ارتقائی نظر ڈالی ہے اور دکھایا ہے کہ اس کی ترکیب اور ساخت میں دوسرے مذاہب کا کتنا حصہ ہے؛ یعنی یہودی - عیسائی - پارسی اور مانوی مذاہب نے کس حد تک دُنیا کے سب سے نوعمر مذہب پر اثر ڈالا ہے - یہ بحث نہایت دلچسپ ہے اور آجکل کے محققین کا خیال ہے کہ یہ رسالہ مختص الموضوع اپنی جامعیت اور محققانہ تلاش کے لحاظ سے اُس کی اور تالیفات میں ایک ممتاز درجہ رکھتا ہے - جس میں امور زیر بحث کا ایک طرفہ فیصلہ نہیں کیا گیا ہے - بلکہ جو کچھ ہے خالص عالمانہ نکتہ سنجی کا نتیجہ ہے - قرآن کریم کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ صرف تاریخی راز کی پردہ دری کرنے والا ہے - کسی خاص فرقہ کا نقیب نہیں ہے - اور یہی وجہ ہے کہ حق کی تلاش کے سوا اُسکی خامہ فرسائی کی کوئی غائت نہیں ہے - اُس نے صرف مذہبی مباحث تک اپنی توجہ محدود نہیں رکھی - بلکہ نہایت بیدار مغزی سے مسلمانوں کی معاشرت پر بھی ساتھ ساتھ نظر ڈالی ہے - یعنی جہاں اُس نے مختلف اسلامی فرقوں کی ابتدا اور اُن کی نشوونما کی جزئیات دکھائی ہیں - اگلے پچھلے مسلمانوں کی معاشرت کا خاکہ بھی کھینچا گیا ہے - اُس سے اُن کی تدریجی تغیرات کا سراغ ملتا ہے جن سے ایک قدامت پسند صحرائی گروہ کی کایا پلٹ ہوگئی اور عرب کے سیدھے سادھے نظامات زندگی کی جگہ - رفتہ رفتہ رومیوں اور عجمیوں کی شائستگی گھر گھر پھیل گئی -

پچاس برس ہوئے مجموعہ تحقیقات عالم وجود میں آیا لیکن باوصف اُس غیر منقطع تحریک کے جو مشرقی تحقیقات کے متعلق یوروپ میں جاری ہے - یہ کتاب ایک زبردست مستشرق کی بہترین یادگار ہے جو بلحاظ نوعیت اب بھی بے نظیر سمجھی جاتی ہے - لائق مترجم کے مفصل دیباچہ اور اُن کے تاریخی انتقادات پر آئندہ نظر ڈالی جائیگی - سردست یہ چند سطریں غالباً تالیف زیر بحث

کی تقریب کے لئے کافی ہیں۔ اصل اقتباسات کے شروع کرنے سے پہلے یہ بتا دینا ضروری ہے کہ اس امر کا فیصلہ **علامہ شبلی نعمانی** فرمائینگے کہ اسلام کے موثرات ہیں مذاہب غیر اور خاصکر عیسائیت کو جس حد تک قرآن کریم نے پیش پیش رکھا ہے۔ یہ جذبۂ تحقیق کہانتک اعتدال سے بڑھا ہوا ہے اور فاضل مورخ کو اپنے فلسفانہ اجتہادات اور نتائج استقرای میں کس حد تک کامیابی ہوئی ہے؟

تمدّن اسلام

میرا ارادہ تھا کہ اپنی ایک جدید تصنیف کے آخر میں اسلام کی تاریخ و تمدن کے چند منتخب اور ضروری مضامین ضمیمہ کی حیثیت سے بڑھا دوں۔ میں بالتخصیص ان مضامین کو ایک جا کرنا چاہتا تھا جنسے عرب کے مذہب و اخلاق پر بیرونی اثر کا اندازہ ممکن ہو۔ لیکن اس انتخاب کے سلسلہ میں مینے معلوم نہیں کہاں کہاں سے ریزہ چینی کی۔ جس سے بڑھتے بڑھتے ایک پاکیزہ مرقع طیار ہوگیا اور میری شیفتگی یہانتک بڑھی کہ اُسے ایک مستقل وجود کی حیثیت سے پیش کرنے کا خیال راسخ ہوگیا۔ میرا مخاطب صحیح۔ گو دراصل میرا ہم مشرب اور ایک محدود حلقہ مستشرقین ہے تاہم یہ پیرایہ بیان۔ معلومات مشرقی کے صرف ایک خشک مجموعہ کے مقابلہ میں ہرطرح لائق ترجیح ہوگا۔ موجودہ تالیف میری گذشتہ تصنیفات سے نسبت قریبہ رکھتی ہے۔ کیونکہ یہ ان کے مضامین کی متمم اور شارح ہے مجھے اپنے سلسلہ انکشافات میں اگر یہ معلوم ہوتا کہ میری کوئی قایم کردہ رائے غیر صحیح ہے تو میں اپنی غلطی کے علانیہ اعتراف اور اُس سے دست بردار ہونیسے بالکل نہ شرماتا۔ لیکن یہ صورت پیش نہیں آئی۔ بلکہ مقدمات ذہنی دل میں اور جمتے گئے تاہم ابھی بہت کچھ توجہ لگانی ہے اسلام کے ساتھ اس کے سیاسی نظامات کو اچھی

طرح سمجھنے بوجھنے کے لئے (جو اسلام کی بنا پر قایم ہوئے اور جو ہزارون برس تک اسلامی ہیئت لاجتماعۃ یعنی سوسائٹی کا سنگ بنیاد رہے) ہم کو سائینس کی اور شاخون کی طرح سے بھی منطقی حیثیت سے جانچنا اور جزئیات سے کلیات کا استقرا کرنا ہوگا۔

اسلام کی عمارت گذشتہ تمدنون کے کھنڈر پر اٹھائی گئی ہے۔ اُس نے پرانے عناصر کو اپنے ساتھ مخلوط کر لیا۔ کچھ ان کی صورت بدلی۔ کچھ اپنی طرف سے جدید اضافے کیئے ان اجزاء ترکیبی کی تحلیل و ترتیب اور ان کے باطنی تعلقات و روابط کی تنقیح در اصل دانایان۔ اُس آزاد اور غیر طرفدار علم کا کام ہے جو صرف سچائی کا حامی ہے لیکن مشرقی مذاہب اور تمدنوں کے مطالعہ کے سلسلہ میں۔ بعض اوقات ان مختلف الجنس اجزا مین تمیز کرنا (جو پہلو بہ پہلو پائے جاتے ہیں اور جو باہم ایک دوسرے کو مسخ اور کبھی بالکل بدل دیتے ہیں) اور اُن کی اصلیت کا ٹھیک ٹھیک پتہ لگانا بہت مشکل ہوتا ہے۔ گو بادی النظر میں ایسا معلوم نہیں ہوتا۔

مغربی ایشیا میں مذہبی ایجادات کی بھرمار رہی ہے اس مین چار عظیم الشان مذاہب نے جنم لیا اور ایسی زمین سے بے شمار مذہبی فرقے فلسفیانہ نظامات اور مذہبی قانون قاعدے پیدا ہوئے۔ یہیں سے مذہبی خیالات کی زبردست تموّج سے وہ چشمہ ہائے روان نکلے جنسے "دنیائے تاریخی" سیراب ہوگئی۔ یعنی یہودی۔ پارسی۔ عیسائی اور اسلام جنمین سے ہر مذہب نے انسانی خیالات اور احساسات میں ایک قومی تحریک پیدا کر دی۔ یہ ایک عجیب بات ہے جس سے ظاہرا ایک خوش ترتیب نظم اور باقاعدگی کا وجود پایا جاتا ہے کہ یہ مذاہب یکے بعد دیگرے مقررہ فصل کے ساتھ وجود پذیر ہوتے گئے یعنی حضرت موسیٰ حضرت عیسے سے ۱۵ سو برس پہلے۔ زرتشت ۶ سو برس قبل المسیح۔ اور آنحضرت مسیح سے ۶ سو برس بعد دنیا میں آئے۔ ان درمیانی وقفون میں جانے کتنے مذہبی

گھروندے بنتے بگڑتے رہے - بعضوں کے فنا کرنے والے اجرام ساتھ پیدا ہوئے تھے - بعض ایسے تھے جو پھولے پھلے اور آئندہ نسلوں کے لئے اُن سے قلمیں لی گئیں -

مشرقی تمدن کے طبقات مختلفہ کے دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے متعدد تہیں تلے اوپر جمائی ہوی ہوں جنمیں ایک طرح کی ہیئت مجموعی پائی جاتی ہے - یہ اتصال آسانی سے اس لئے محسوس ہوتا ہے کہ تمام بڑے ایشیائی مذاہب ایک حد تک ہیئت متماثلہ اور خاندانی مشابہت رکھتے ہیں جس سے قریب قریب یہ خیال مستحکم سا ہو گیا ہے کہ بانیان مذاہب کا وجود صرف مغربی ایشیا کے معتدل خطہ کے لئے گویا مخصوص تھا - ہم قریب قریب اس کلیہ کے تسلیم کر لینے کی طرف مایل ہیں کہ شمالی عرب فلسطین - عراق عرب اور فارس کی وادی مرتفع کے طبعی خواص جولازماً متحد ہیں - اُن کی ایک جھلک ان ملک کے رہنے والوں کی دماغی استعداد اور خاصکر مذہبی حسیات میں بھی پائی جاتی ہے - یعنی جس طرح ان ممالک کے رنگ روپ مقامی اور ایک ساں ہیں - دماغی مخلوقات میں بھی اسی امتیاز کا پتہ چلتا ہے - پارسیون کی مقدس کتابوں میں بہتیری باتیں ہیں جو انجیل کو یاد دلاتی ہیں - اسی طرح عیسائیوں اور مسلمانوں کے آسمانی صحیفوں میں بھی ایک طرح کی مماثلت قریبہ ہے -

صحرائے عرب پر ایک نگاہ دوڑائیے تو جس چیز سے آپ دفعتاً پہلے پہل متاثر ہونگے وہ مخلوقات کے رنگ کی حیرت انگیز ہم طرحی ہوگی - ارض صحرائی کے ساتھ نباتی - حیوانی بلکہ انسانی مخلوقات بھی غیر مستقل ریت کے مائل بہ زردی - باریک ذرات کے رنگ میں رنگی ہوئی ہے - جس سے آفتاب کی چمکتی ہوئی شعاع میں آنکھیں خیرہ ہوتی ہیں - غزال عربی جو صحرائی بگولوں کے

ساتھ اُڑتا پھرتا ہے۔ اُس کی گہری زعفرانی جلد زمین کے رنگ سے کتنی ملتی جلتی ہے کہ ایک کو دوسرے سے تمیز کرنا مشکل ہوتا ہے۔ یہی حال جہاز صحرا یعنی اونٹ اور اُس کے کلغی دار "برادر نصف" شترمرغ کا ہے۔ چند چھوٹے اور سوکھے ساکھے خاردار درخت جو کہیں کہیں نظر آجاتے ہیں وہ بھی خاک آلودہ ہوتے ہیں۔ ذرا خالص الاصل بدوی کی جلد اور اُس کے لباس کو دیکھئے۔ کس قدر آس پاس کے آثار و کیفیات سے ملتا جلتا ہے کہ غیر عادی نگاہ تھوڑے فاصلہ سے بھی وہاں کی خاک اور ان چیزوں میں کوئی فرق محسوس نہیں کر سکتی۔ لیکن جسطرح یہاں کے باشندوں کے طبعی حالات اور خصائص میں باہم ایک چھپتی ہوئی مطابقت ہے۔ یہی مناسبت مادی اشیاء سے گذر کر اُن چیزوں میں بھی پائی جاتی ہے جو دماغی اور اخلاقی ہیں یہ موزونیت متحد الاصل طبعی اسباب کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ ہزارہا سال کے روابط و تبادلہ خیالات کا نتیجہ ہے جو مغربی ایشیا کی سامی اور آریا قوموں میں ہوتا رہا۔ اس سے معلوم ہوگا کہ فرداً فرداً ہر مذہب کے نظامات کی جانچ اور اُن اجزا کی تحلیل جنمیں مختصاتِ مذہب کے ساتھ کچھ خارجی عناصر بھی ہیں کس قدر مشکل ہے۔

اس زمانہ تحقیق سے اس قسم کے موضوعاتِ غیر مثبتہ سے کام نہیں چلنے کا کہ تمام مذاہب کسی ایک ہی درخت کے پھول پتے اور دنیا کے قدیم سے قدیم صحیفے یعنی وید سے ماخوذ ہیں۔ جس طرح ہم یہ نہیں مان سکتے کہ توحید ہمیشہ سے صرف سامیوں کے حصہ میں تھی۔ کیونکہ یہ مسلمات ایک طرفہ۔ سائینس کے مصرف کے نہیں ہیں۔

قبل اس کے کہ تجزیہ عناصر سے اس قسم کے کلیات کا استخراج ممکن ہو ہم کو پہلے خاص خاص امور کے متعلق وسیع اور دقیق تحقیقات کرنی ہوگی۔

اور سائنٹیفک تحقیقات بتدریج ہم کو اُس شاہ راہ پر ڈال دے گی جہاں سے منزل مقصود چنداں دور نہیں - جس میں سب سے مقدم اصول استقرائی کا استعمال ہے اسلام یعنے پیغمبر مکہ کا مذہب نسبتاً کم تر مشکلات پیدا کرتا ہے - یہ تمام مذاہب میں کم عمر ہے - اور اس کی اصلیت کے متعلق بہتیری دستاویزات مصدقہ - لائق حصول ہیں جن سے ہم اُس کے آغاز اور نشو و نما کی تدریجی رفتار کا پتہ لگا سکتے ہیں - اسلام نے بہت کچھ مذاہب یہود و نصارے اور زرتشت سے اخذ کیا ہے اور غالباً مذہب مانوی سے بھی مستغنی نہیں ہے - اس نے پارسیوں سے بالذات اور بوسائط دونو طرح فائدہ اٹھایا ہے - بہتیرے زرتشتی عقائد اسلام میں کتب یہود خاصکر تلمود کی طرف سے داخل ہوئے - عقیدہ حشر و نشر - بہشت و دوزخ کے متعلق اکثر روایات اور شیاطین وغیرہ کے متعلق جس قدر جزئیات قرآن میں موجود ہیں تمام و کمال مذہب یہود کا عطیہ ہیں - اسی[51] طرح عذاب قبر اور تصریحات متعلقہ معہ منکر نکیر یہودیوں سے لی گئی ہیں - پل صراط[52] کا خیال جو بال سے زیادہ باریک ہے اور قعر جہنم سے ہوتا ہوا بہشت کو گیا ہے - قطعاً پارسیوں سے ماخوذ ہے جو ودرش کے ذریعہ سے قرآن تک پہونچا ہے - لیکن اسلام نے براہ راست بھی زرتشت سے اخذ کرنے میں کچھ تامل نہیں کیا ہے - یہ ایک قطعی امر ہے کہ "دین" کا لفظ جو متواتر قرآن میں آیا ہے - پارسی کتابوں سے لیا گیا ہے[53] - ہزورش میں یہ لفظ بعینہ اسی ہیئت سے پایا جاتا ہے -

[51] - عذاب منکر نکیر کی متعلق ایک حرف بھی قرآن میں مذکور نہیں -

[52] - قرآن مجید میں پل صراط کا نام و نشان بھی نہیں -

[53] - توافق لفظی کی دوسری بات ہے ورنہ دین کا لفظ عربی زبان میں اسلام سے بہت پہلے موجود تھا اور دین کے موجودہ معنے اس کے سیکنڈری معنے ہیں -

شعایر مذہبی کی نسبت اس قدر صاف اور طے شدہ ہے کہ طواف اور حج کعبہ کے تمام ارکان۔ اسلام میں قریب قریب بغیر کسی تصرّف کے وہی چلے آتے ہیں جو ایام جاہلیت سے پہلے تھے۔ یعنی کعبہ کی تمام رسومات وہی ہیں جو ۱۵ سو برس پیشتر تھیں تھوڑا عرصہ ہوا کہ ایک مکّی نے جو بیروت سے مصر تک جہاز میں میرا ہمسفر تھا مجھسے کہا کہ "نحن اولادُ الشمس وخدا مین الحرم" اور یہ صحیح ہے کہ ایام جاہلیت کے خیال کے مطابق آج بھی اہل مکہ اپنے کو خادم حرم سمجھتے ہیں۔ حج کعبہ کی ابتدا کا سراغ جیسا کہ خوب معلوم ہے قدامت بعیدہ میں ملے گا۔ جو لوگ طوافِ کعبہ کرتے تھے انکو جاہلیت کی رسم کے مطابق برہنہ ہونا پڑتا تھا۔ عورتیں بھی بلا استثنا دلباس عُریانی میں ہوتی تھیں۔ غرض زایرین کو سات مرتبہ کعبہ کے گرد چکر لگانا ہوتا تھا قریش تنہا لباس کے رکھنے اور اجنبی زایرین کو مستعار دینے کے مجاز تھے جس سے اچھی خاصی تجارت پیدا ہو گئی۔

آنخضرت نے تغیر کی حیثیت سے جو کچھ اضافہ کیا وہ زایرین کے لئے لباس مخصوص یعنی دو چادریں تھیں جسمیں سے ایک زیر کمر لپیٹی جاتی تھی اور دوسری شانہ اور سینہ پر پڑی رہتی تھی لیکن سر کھلا چھوڑ دیا جاتا تھا کیونکہ قدیم الایام میں بالوں کو ایک لس دار شئے کی مدد سے "ٹوگ" کی قطع کا بنا رکھتے تھے آج بھی حاجیوں کا لباس مجوزہ یہی ہے۔ زیارت کعبہ کے بعد جاہلیت میں یہ بھی رسم تھی کہ کوہ صفا و مروہ کو جایا کرتے تھے جہاں دو بُت بھی رکھے ہوئے تھے۔ آنخضرت نے رسم جاہلیت کی یہانتک رعایت کی کہ صفا و مروہ کا جانا بدستور قایم رکھا[لہ]۔ صرف یہ کیا کہ بُت

لہ۔ صفا و مروہ کی رسوم حضرت ابراہیم کے زمانہ سے ہیں۔ بت ان کے بعد قایم کیے گئے اس لئے آں حضرت نے صفا و مروہ کی رسوم قایم کرنے میں حضرت ابراہیم کی تقلید کی ہے نہ جاہلیت کی +

ہٹا دیئے۔ ارکان نماز۔ سجدے۔ وضو اور روزے کی تاریخ کا جہاں تک تعلق ہے ہمارے معلومات ایک حد تک غیر متعین مذبذب اور بالائی ہیں روزہ عاشورہ آنحضرت سے پہلے بھی موجود تھا۔ لیکن رمضان کے روزے کرسچین لینٹ سے ماخوذ ہیں۔ وضو و سجود ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بالاشتراک یہود و نصاریٰ یا فرقہ مانویہ سے لئے گئے۔ جس طرح بانی مذہب عربی نے مختلف ماخذوں سے فائدہ اُٹھایا۔ اسلام نے آنحضرت کی وفات کے بعد اُس زمانہ میں بھی جب تکمیل کی حیثیت سے مذہب میں ایک طرح کا "انجماد" پیدا ہو گیا تھا۔ اصول آخذہ کو بدستور جاری رکھا مثلاً واقعۂ معراج کو لیجئے جس کا کچھ یونہی[1] سا اشارہ قرآن میں پایا جاتا ہے۔ سنہ ہجری کی پہلی ہی صدی میں اسپر شاعرانہ رنگ چڑھ چکا تھا اور رفتہ رفتہ یہ اسلامی عقاید کا ایک جزوِ غیر منفک ہو گیا۔ اس واقعہ کی بنیاد عیسائیوں کی ایک معتبر روائت یعنی پیغمبر شعیار کے "سفر آسمانی" پر رکھی گئی ہے۔ یہ اُس وقت گھڑی گئی تھی جب شہنشاہ نیرو کے ظلم و تعدی سے عیسائی بالعموم نالاں ہو رہے تھے۔ پارسیوں سے غالباً بہ توسط یہود یہ روائت پہونچی کہ حشر کے روز موت ایک مینڈھے کی صورت میں ذبح کیجائیگی۔ اور اس کے بعد انسان دائمی زندگی سے لُطف اُٹھائے گا۔ یہ خیال باحتمالِ غالب پارسیوں کے اُس قصہ سے ماخوذ ہے جو تلمود میں "ہدایوس کے بیل" کے متعلق[2] موجود ہے۔

---

[1] - یوں ہی تو نہیں صاف تصریح ہے لیکن وہ درحقیقت ایک خواب تھا جیسا کہ احادیث سے صاف صاف ثابت ہوتا ہے۔

[2] ہم احادیث کی ذمہ دار نہیں ہیں لیکن قرآن مجید میں اس قصہ کا کہیں ذکر نہیں ہے۔

بیرونی اثرات کا احساس مذہبی دایرہ کے سوا معاشرت اور مسلمانوں کے سیاسی نظامات میں بھی ہوتا ہے جنپر بالتخصیص مستقل اور گہرا نقش پڑا ہے۔ گو عربی دماغ۔ اپنے دعوے خودسری اور قوت خلاقیہ کے اظہار سے قاصر نہیں رہا۔ مثلاً عمر کا سیاسی نظام جو مساوات و اُخوت عامہ پر مبنی ہے۔ تاریخ کا ایک عظیم الشان اور عجیب وغریب مظہر ہے اور عہد سلف اس کی کوئی نظیر پیش نہیں کر سکتا ہے۔ تمام مسلمان کامل مساوی حقوق رکھتے تھے اور کل مداخل سلطنت معہ اراضیات مفتوحہ اسلامی جماعت کی ملک عام تھیں۔ یہانتک کہ اُخوت اسلامیہ کے ہر فرد کو خزانۂ عامرہ سے سالانہ ایک وظیفۂ مقررہ ملتا تھا عربوں کو حصولِ جائداد ارضی اور زراعت کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ وہ صرف ایک فوجی جماعت تھی اور یہ مفتوحہ اقوام کا فرض تھا کہ وہ کھیتوں کو جوتیں بوئیں اور سامان رسد بہم پہنچاتے رہیں۔

لیکن باوصف اس کے کہ حضرت عمر میں سیاسی حیثیت سے ایک طرح کی اجتہادی قوت اور آزادی تھی۔ اُنہوں نے اپنے دور حکومت میں ہر محکمہ کے لئے بہتیرے عجمی اور رومی آئین سلطنت کو پسند کر کے رواج دیا۔ مثلاً نقود یعنی سکوں کا رواج صوبہ جات کی علاحدہ تقسیم۔ ٹیکس کے سلسلہ میں جزیہ اور خراج کی تعین۔ یہ سب گویا انہی کے تقلیدی اجتہادات تھے۔ ٹیکس جائداد (جو ٹیکس غرباء کے نام سے بھی مشہور ہے۔ کیونکہ شروع شروع اسلام میں اس صیغہ کے محاصل غریب مسلمانوں میں صدقات۔ زکوٰۃ۔ عشر کے نام سے تقسیم ہوتے تھے) ایک ایسا نظام ہے جو قدیم سے قدیم زمانہ میں کنعانیوں اہل فنیشیہ اور کارتھیج والوں کے ہاں پیشوایان مذہبی کی امداد کے لئے محصول دہ یک کے نام سے وصول کیا جاتا تھا اس کے علاوہ الفاظ "صدقہ" اور زکوٰۃ یہودیوں

کے روزمرہ سے لئے گئے ہیں یہانتک کہ دفتر خراج کے لیے جو لفظ تھا اور جس کا اطلاق بعد میں حکومت کے تمام دفتروں پر ہونے لگا یعنی "دیوان" یہ بھی آرامی یعنی فلسطین کے شمال مشرق خطہ کی زبان کا لفظ ہے کیونکہ خلیفۂ ثانی نے مفتوحہ ممالک میں اس محکمہ کو جس طرح پایا تھا بغیر کسی قسم کے تغیر کے بحال خود رہنے دیا۔ اور اُسے اپنی ضروریات کے لئے نافع بنالیا۔

فوجی امور میں عربوں نے بہت کچھ عجمیوں سے لیا لیکن اس قدر یقینی ہے کہ حضرت عمرؓ کے بعد۔ ابتداءً اُن کا طریق جنگ بالکل بدوی نرقوں سے ملتا جلتا تھا۔ لیکن بہت جلد وہ ایک عمدہ تر فوجی تنظیم کے فوائد سے آگاہ ہو گئے۔ خلفائے اُمیّہ نے اس صیغہ پر خاص توجہ کی رومیوں کے تمام ضروری آئینِ جنگ اختیار کر لیے جن سے شہنشاہان مشرق کی لڑائی میں اُنھوں نے واقفیت حاصل کی تھی۔ فوجی مستقل چھاؤنیوں کا دستور اوائل ہی میں جاری ہو گیا تھا۔ رومیوں کی طرح عرب کے جنرل بھی روزانہ کوچ کے بعد جہاں اپنے خیمے نصب کرتے تھے۔ خندقوں اور حصاروں سے اُن کی مورچہ بندی کر لیتے تھے پہلے عربوں کا قاعدہ تھا کہ نماز کی سی سیدھی صفوں میں ہو کر لڑتے تھے پھر تعبیہ کی حیثیت سے اُنھوں نے صف آرائی شروع کی یعنی ایک فوجی مربع کی شکل اختیار کی جسے یونانی زبان میں کرادیس کہتے ہیں۔ فوج کی صف آرائی بیشتر قبیلہ وار ہوتی تھی پھر بلا امتیاز قبائل۔ فوجی حیثیت سے اُسکے علیحدہ علیحدہ دستے کر دئے گئے۔ ہر دس آدمی پر ایک افسر ہوتا تھا۔ جسے عریف کہتے تھے۔ پچاس پر ایک خلیفہ اور سو سپاہیوں پر ایک قائد

ہوتا تھا۔سب سے قدیم طریقہ صف آرائی یہ تھا کہ فوج کی ترتیب میمنہ میسرہ اور قلب الجیش کے لحاظ سے ہوتی تھی۔ بعد میں مقدمہ اور ساقہ کا اضافہ ہوا رومیوں کے اثر کا اس سے بھی زیادہ تر اندازہ اُن آلاتِ حرب سے ہوتا ہے جن کو عرب محاصرہ کے وقت استعمال کرتے تھے یعنی منجنیق یا عرادہ یہ ایک آلہ خاذف تھا جو قلعہ شکنی کے کام میں لایا جاتا تھا۔ کبش سے حصار کو منہدم کرتے تھے۔ اور دبابہ کی پناہ میں محاصرین شہر پناہ تک پہونچ جاتے تھے۔

چونکہ میرا قصد ہے کہ دوسرے موقع پر تفصیل کے ساتھ خلافت کے فوجی نظام سے بحث کروں۔ اس لئے میں اس کتاب میں جزئیاتِ متعلق کی تصریح زائد سے دست کش ہوتا ہوں میں نے اس بحث کو اس لئے چھیڑا ہے کہ ان واقعات کی طرف اوروں کی توجہ مائل کرسکوں اور یہ دکھا سکوں کہ محققانہ تفتیش و تلاش کے لئے کس قدر وسیع اور نتیجہ خیز جولانگاہ موجود ہے۔ ہم کو آئندہ پورے طور پر ٹھنڈے دل سے اُن واقعات پر نظر ڈالنی ہوگی جنسے اسلامی تمدن کی تاریخ کی عقدہ کشائی ہوتی ہے۔ اور صرف اسی طریقہ سے ہم ان دلچسپ اور اہم مسائل کی نسبت تیقن کی حالت پیدا کرسکینگے۔ آج ایک محقق جیالوجی جس طرح مختلف طبقات ارضی کی ترتیب سے اشیاء مدفون کے زمانہ کی تعیین کرسکتا ہے۔ یا جس طرح ایک ماہر السنہ قطعیت کے ساتھ یہ بتا سکتا ہے کہ کسی زبان کے اجزا میں قدرتی حصہ کے ساتھ باہری میل کتنا ہے۔ ہم کو بھی کوشش کرکے اپنے تاریخی فن کو اسی سطح ارتفاعی پر لانا ہے۔

اسلام کی مذہبی اور تمدنی تاریخ۔ اگر ہم اُس کے وطنی اور بیرونی عناصر

کا تجزیہ کر سکے تو وہ جس قسم کا امید فزا اور صحیح منظر ہمارے سامنے پیش کرے گی وہ اُس سے بالکل مختلف ہو گا جو آجتک ہمارے خیال میں رہا ہے۔ اس لئے میں نے تاریخ اسلامی کی اُنہی خصوصیات کو ابھار کر دکھایا ہے جنمیں بیرونی اثرات زیادہ تر محسوس ہوتے ہیں۔ اور جن میں قدیم ترمدنوں کے باقیات الصالحات نے گرد روزگار میں ملنے کے بعد بھی مٹتے مٹتے نقش پا چھوڑے ہیں۔ اس طرح سطح کاغذ پر گویا ایک قسم کی پچی کاری ہو گئی ہے۔ گو سچ یہ ہے کہ جو مُرقع میتے اس رسالہ کی مختصر وسعت میں کھینچا چاہا ہے بہتیری حیثیتوں سے وہ بمشکل کامل کہا جا سکتا ہے مینے صرف دور خلافت تک اپنی تحقیقات محدود رکھی ہے اور ارتقاء مذہبی کے ساتھ انؔ معاشرتی تغیرات کے دکھانے کی بھی کوشش کی ہے جو بیرونی اثرات سے وقوع میں آئے۔

نزول قرآن کی تاریخ کے متعلق ڈاکٹر اسپرنگر نے مفصل بحث کی ہے اس لئے میں اس موضوع پر اپنے خیالات پیش کرنا نہیں چاہتا۔ لیکن مختصراً مینے جو کچھ کہا ہے وہ اس امر کے اظہار کے لئے کافی ہے کہ جس حد تک چاہئے یہ بحث پورے طور پر طے نہیں کی گئی۔ کتب یہود اور زرتشت کا مطالعہ اگر بالموازنہ کیا جائے اور عیسائیوں کے ابتدائی صدیوں کے لٹریچر کے ساتھ فرقہ ہائے عیسوی اور یہود کی تاریخوں پر ایک گہری نظر ڈالی جائے تو میرا خیال ہے بڑے بڑے نتائج حاصل ہو سکتے ہیں۔ میرا موضوع بحث آئندہ زمانہ میں ایک مدت تک خلافت کا عروج و زوال ہو گا اور میں یہ اُمید کرنا چاہتا ہوں کہ اس قسم کے رسالہ مختص الموضوع کے ذریعہ سے جو ایک محدود حلقہ علما کے مذاق کی چیز ہو گا۔ مشرقی زندگی کے دایرہ میں نئے سر سے ایک طرح کی دلچسپی پیدا ہو جائیگی اور اُس زمانہ کی صحیح واقفیت

کے شوق کو ترقی ہو گی۔

یہ کہنا غالباً تحصیل حاصل ہے کہ اسلام کی پوری سیاسی تاریخ اُس وقت تک عسیر الفہم اور پس پردہ رہیگی۔ جب تک کہ تمدنی تاریخ اُس سے علیحدہ رکھی جائیگی۔ (باقی آئندہ)

ایم مہدی حسن افادی الاقتصادی

مخزن کی دو قسموں کے جاری کرنے سے یہ غرض تھی کہ کسی شخص کو مخزن کی مقررہ قیمتوں میں گرانی نہ محسوس ہو۔ اگر کوئی شخص عمدہ لکھائی چھپائی اور نفیس کاغذ کا شائق ہے تو تین روپیہ میں قسم اعلےٰ خریدے اگر کفایت مد نظر ہے تو دو ہی روپے میں قسم دوم سے مستفید ہو سکے اسپر بھی طلباء اور دیگر اصحاب رعایت کے لیئے مصر ہوتے تھے۔ اور ہمیں تخفیف کی گنجائش نظر نہیں آتی تھی۔ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہو جائیگا کہ ۶۴ صفحے کی ایسی نادر کتاب معہ تصویر تین آنے یا چار آنے میں ہرگز گران نہیں ہو سکتی۔

تاہم ہمیں چونکہ اُردو زبان کی اشاعت مطلوب ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ کسی باذاق شخص کا ہاتھ اردو زبان کے اس روح رواں رسالہ مخزن سے محروم نہ رہے اس لیئے

آج سے ہم یہ اعلان کرتے ہیں

کہ دسمبر سے مخزن کی ایک تیسری قسم بھی جاری کر دی گئی ہے جس کا چندہ علاوہ محصولڈاک

صرف ایک روپیہ سال بھر کے لئے ہوگا

اب اس سے زیادہ اور کیا ارزانی ہوگی .... خود ہی غور کیجئے کہ اب اور بھی ارزانی کی کوئی گنجائش باقی رہ گئی ہے؟

اس موقع سے بھی آپنے فائدہ نہ اُٹھایا تو ہمارا قصور نہیں یہ واضح رہے کہ یہ قسم صرف اسی حالت میں جاری رہ سکتی ہے کہ اس کی اشاعت کافی ہو جائے ورنہ ہم سے خسارے کیساتھ زیادہ دیر تک نہ جاری رکھی جائیگی

پہلی دونوں قسموں کی چھپائی کا اہتمام اور کاغذ اور بھی عمدہ کر دیا گیا ہے قسم سوم کا کاغذ معمولی سا ہوگا۔ اور یہ قسم تصویر سے بھی معرا ہوگی لیکن مضامین میں کوئی فرق نہ ہوگا۔ مینیجر رسالہ مخزن۔

تناسخ یا تبدل

اک قطرۂ خون کی سرگذشت

میں پہلے پہل رگوں میں دوڑتے ہوئے خون کی ایک بوند تھا جسے کبھی کسی وقت اک ثانیہ کے لئے بھی گردش نہیں چھوڑتی تھی - اکدن میری بیقراریوں نے مجھے وہاں سے اک اور مقام پر دفعتاً بدل دیا جہاں مجھے گو نہ قرار ملا اس قرار کا زمانہ جو واقعی میری تمام تبدیلیوں میں یادگار اور بہت ہی آرام کا وقت تھا - مجھے خوب یاد ہے کہ پورے ۲۷۰ دن تھے - مگر میری گردش نے آخر مجھے یہاں بھی نہ ٹکنے دیا اور ایکا ایکی مجھے اک کھلی ہوئی دنیا میں بھیجدیا گیا - یہاں پہونچتے ہی بہت سی آوازوں - طرح طرح کی روشنیوں اور ہزارہا قسم کے حرکت کرتے ہوئے ذرات مجھے گھیرے ہوئے تھے - یہ انقلاب انقلاب عظیم تھا اور اب جو میں نے اپنے آپ پر غور کیا تو میں اسفل سے طبقہ اعلے کی طرف صعود کر رہا تھا اور مجھ میں زمین آسمان کا فرق ہوگیا میں کچھ اور ہی چیز تھا اور اس دیکھے مگر حیرت ناک انقلاب نے میری قد و قامت - طرز و ہیئت وزن وجسامت غرض ہر چیز میں اک خاص تبدیلی پیدا کردی تھی اور اب میں اُس نقطہ سرخ سے ترقی کرکے نہایت ہی نازک شفاف - رنگ و روپ لئے ہوئے گول گول ہاتھ پاؤں آنکھ ناک منہہ اور کان جسم وجان والا خوبصورت پیکر انسانی تھا - گو نیچر یا اس گورکھہ دہندے کے جاری رکھنے والی قدرت

کاملہ نے مجھے اس انقلاب کے بعد اندھیرے سے نکال کر اوجالے میں
لا کھڑا کیا یہاں آکر کچھ دن تو میرے سامنے کے رخ لگے ہوئے آئینے
دھندلے دھندلے رہے لیکن نہیں شدہ شدہ میرا دل یہاں بہلنے لگا۔
میری آنکھیں کھل گئیں۔ اور اک عجیب بہار نظر آئی جس کو دیکھ کر نہ گردن
جھکتی تھی نہ آنکھیں تھکتی تھیں نہ جی بھرتا تھا اور میں حیرت کا پتلا ہو کر
رہ گیا تھا مگر اس بیخودی کے ساتھ انقلاب اور تبدل کا قدیمی دور دورہ یہاں
وہ حد سے زیادہ دیکھا کہ عقل حیران ہوگئی۔ صبح شام دوپہر پچھلے پہرے
جاڑا۔ برسات۔ گرمی۔ ہر وقت ہر گھڑی اور ہر پل یہاں کی ہر چیز کو تبدل
تھا۔ یہاں ہر چیز حرکت کرتی تھی اور پاؤں تلے کی زمین ہر وقت نکلی جاتی
تھی۔ دیر تک نظام عالم پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ نیرنگیاں
نہیں ہیں بلکہ وقت اک تماشے والا ہے جس نے مجھے اپنے سٹیج کے سامنے
کھڑا کر دیا ہے وہ بار بار پردے گراتا ہے مختلف نظارے دکھائی دیتے
ہیں گوناگوں راگ بجتے ہیں۔ حیرت۔ غم۔ غصہ۔ خوشی مایوسی اور امید
وضع وضع کے اثرات پڑتے ہیں اور مختلف شعبدے دکھا دکھا کر بے چین
کرنے والی تصویریں پھر چھپائی جاتی ہیں۔ میرے پہلو میں جو اک نازک
پھول (دل) ماند ہوا کے ہلکے ہلکے جھونکوں سے جھومتا رہتا تھا۔
اس کو یہاں کی بہت سی چیزیں بھلی معلوم ہوئیں آنکھوں سے نکلتی ہوئی
روشنی (نظر) کو بڑا چین ملا۔ وہ اعلےٰ اور ارفع بغیر رنگ و احساس۔ قامت
وجسامت۔ شکل وضع سے بری مگر ورنی مادہ (روح) خوش ہونے لگا۔
اور میں کئی برس گذرتے ہی گیند بلا کھیلنے کے لئے اپنے ہم جولیوں کے ساتھ
میدان میں نکل آیا +

آہا اب تو میرے تعلقات بھی ہو گئے - اک انسان مجھکو بیٹا کہکر پیار کرنے لگا - دوسری اور اک خدا کی بنائی ہوئی محبت کی پاک دیوی - رحم کی مجسم تصویر میری ماں ثابت ہوئی اور میرے ماں باپ کے ہم شکل و وضع مجبیر ہاتھوں ہاتھ چھاؤں کرنے کو تیار نظر آئے - میں خوشی خوشی بڑا ہوتا گیا اور یہ بتدریج بڑا ہونا یا آہستگی لئے ہوئے تیز تیز تبدیلی جو ہر انسان میں واقع ہوکر جاری رہتی ہے اور روزانہ اک شئے کو یکساں دیکھنے والی نگاہیں اُسے کبھی نہیں محسوس کرتیں برابر اپنے رنگ بدلتی رہی یہاں تک کہ اب مجھے عقل و ہوش آئے مجھے یہ بھی بتایا گیا کہ میں انسان ہوں میرا کیا فرض ہے - میری جیسی ہزاروں جانیں پیدا کرنے والے نے مجھے بنایا ہے ماں باپ میرے یہاں آنیکے باعث ہوئے ہیں اور وہی مجھکو اولاد کے نام سے پال رہے ہیں لیکن خدا جانے یہ کیا بات تھی کہ جس چیز کی طرف قدرتی طور پر میرا رُجحان ہوتا تھا اُسی طرف سے مجھے روکا جاتا تھا اور جن چیزوں میں مجھے مُطلق اپنی طرف کھینچنے کا مادہ نہوتا تھا انپر جبراً توجہ کرنے کے لئے مجھے سخت ہدایت کی جاتی تھی اِس کشش اور روک ٹوک سے میرا دم گھبرانے ہی کو تھا کہ عمر کی بیل بڑھ گئی اور دفعتاً میری آنکھوں میں اک نیا تند و تیز اثر پیدا ہوا جس نے دیکھتے دیکھتے تمام جسم میں بجلی کی طرح سرایت کی اور اک نہایت ہی شورا شور شر انگیز کیفیت نے دل و دماغ سے لیکر اعضا اعضا پر اپنے پہرے بٹھا دئے یہ شور انگیزی بدمستیاں لئے ہوئی تھی اور میں گویا اس نشّے میں دنیا و مافیہا سے بے خبر ہوکر بالکل جھومنے لگا اس نشّے میں جھومنے سے اک اور تبدیلی ہوئی یعنی وہی خون جس کا میں کبھی اک قطرہ تھا اب دریا دریا ہوکر جوش مارنے لگا -

وقت نے اس میں تیزآب شامل کیا اور اسکی ہمت کو اس درجہ بلند کیا کہ بخارات اُٹھنے لگے جو جذبات کی بہت سے تھے اور میں اپنے سینے کی بھڑکتی ہوئی مشعل کی روشنی میں اب اپنے ادھر اُدھر کسی اور ہم جنس کو ڈھونڈنے لگا۔ اس لیئے کہ میں اس کو پیار کروں اور وہ مجھے میری محبت کا جواب دے بے اختیار ہاتھ بڑھنے لگے اور کسی کو آغوش میں کھینچنے کی آرزو پیدا ہوئی دل جگر میں طاقت۔ اعضا میں قوت۔ جسم میں جان۔ مزاج میں برقی حدت گھڑی گھڑی ترقی کرنے لگی اور آخر اس گھبراہٹ اور آپا دھاپی میں کچھ سمجھ میں نہ آیا آنکھوں پر کسی نے پردے ڈال دے۔ کانوں میں سیسہ بھر دیا اور میں دنیا کے اندھے کوئیں میں بالکل اندھا ہو کر جا گرا۔ شادی ہوئی بیاہ ہوا۔ اور اولاد ہو گئی۔ اور اولاد سے دنیوی محبت کے خزانے میں اک نیا مال بڑھا اور وہ مہر پدری تھی جس نے بال بچوں کی بھولی بھالی صورت پیاری پیاری باتوں کا مشغلہ دیکر مجھے زندگی کی تمام صعوبتوں کو برداشت کرنے کے قابل بنا دیا مگر آخر یہ زمانہ بھی گذر گیا اور پھر ایکبار گی اس مٹی کے کھلونے کے ٹوٹنے کے دن آگئے ضعیفی آئی ہاتھ پاؤں سے کسی نے انس نکال لی۔ بال سفید ہو گئے دانت ٹوٹ گئے۔ آنکھیں بے نور ہوئیں دم اکھڑنے لگا۔ اور زمانہ کے زبردست تبدل نے مجھے اک دن بے حس و حرکت کر کے مٹی کے اندھیرے گڑھے میں ڈال دیا۔ یہ سب کچھ ہوا مگر گردش اور تبدیلیوں کا وہی زور شور تھا جو اول دن سے میرے ساتھ لپٹی چلی آتی تھیں میں قبر کے گڑھے میں ڈال دیا گیا۔ جلا دیا گیا۔ یا بہا دیا گیا بہر نہج ہر طرح سے آخر میں مجھے خاک ہونا پڑا۔ خاک ہوتے ہی پھر زمانہ گذرنے لگا۔ انقلاب پیدا ہوئے۔ تبدیلیوں پر تبدیلیاں ہونے لگیں۔ اور میرے آس پاس کی

مختلف اشیا مجھ سے آن ملیں یعنے اپنے ذرات کی کشش سے ہر طرف ریشہ دوانی پیدا کی چنانچہ آب و ہوا اور نیچر کی ان صد ہا رسد ل سے جو صرف اسی کام کیلئے آسمان اور زمین کے درمیانی حصہ میں ہر وقت متحرک اور سیال رہتے ہیں مجھے پوری مدد دی اور میں نے پھر اپنے اجزا کو کہیں لالہ و گل بنایا کہیں سبزے کی لہک میں شامل کیا۔ کہیں جنگلوں کے کانٹوں کو آب دی۔ بھیڑیوں اور شیروں کے بھٹ آباد کیئے۔ آگ میں جا ملا۔ نباتات ۔جمادات سے گذر کر حشرات الارض یعنے رینگنے والے کیڑے بنگیا غرض میں کبھی سرو لب جو کہلایا۔ کبھی چنار کی آگ میں خود جلنے لگا۔ کبھی پروانہ بنا کبھی شمع کی لو گویا میرے ہی سینے سے لگی۔ کبھی خشکی کبھی دریا کبھی پہاڑ کبھی چمن ہر چیز پر میرا اجزو شامل تھا اور ہزار ہزار تبدیلیاں تھیں جو امتداد زمانہ کے ساتھ میری شکلیں بھی بدلتی جاتی تھیں یہاں تک کہ خاک پہاڑ بنگئی صحرا دریا ہوئے ۔ دریا بگولے بنگئے اور ان تمام طوفانوں کے ساتھ میرا انقلاب بھی بدستور جداگانہ صورتیں اختیار کرتا گیا لیکن اچانک پھر میرے کچھ ذرے اکدن کسی ذریعے سے کھاد میں جا ملے کھاد کھیت میں پڑی کھیت سے اناج پھر کسی انسان نے کھایا اور میں پھر اکدفعہ اسی اناج سے خون بنکر اپنے پرانے دورے پھر نئے سرے سے طے کرنے لگا۔ یہی تغیر و تبدل ازل سے میری سرنوشت ہے اور اسی سلسلے کو میں اسوقت تک جاری سمجھتا ہوں جبتک اجرام اجسام کو ایک رفتار و ہیئت پر رکھنے والا اپنے کام کو شروع رکھے +

ہمنشیں تجھ سے کہوں کیا درد و غم ۔ میں ہوں چکر میں تو لغزش میں قدم
تھل سے بیٹھا بھی گھڑی بھر کو تو پھر ۔ لے چلی مجھ کو بہا کر موج یم

ہمیں دن کو ہے نہ راتوں کو قرار　　میری بے چینی نہیں ہوتی ہے کم
ہر گھڑی صورت بدلتی ہے مری　　ہر گھڑی قسمت میں میری پیچ و خم
مجھ سے جو پوچھے کوئی تو کون ہے　　اصلیت کا اپنی دے کچھ تو بھرم
صاف کہدوں کیوں چھپاؤں اپنا حال　　شعر مولانا پڑھوں یہ دم بدم

ہفت صد ہفتاد قالب دیدہ ام
مثل سبزہ بار ہا روئیدہ ام

آغا شاعر قزلباش

رسوم جاہلیت مرتبہ مولوی نجم الدین صاحب سوہاروی - یہ کتاب زمانہ اسلام سے بیشتر کے عربوں کی جملہ رسوم کا ایک مفصل تذکرہ ہے جس میں ان کے عقائد و اعمال - عبادات و خیالات - وہمیات - تخیلات اور ان کے تہوار - میلوں وغیرہ امور کو بہ تفصیل تمام بیان کیا ہے تمام کتاب اوّل سے آخر تک دلچسپ ہے اور اُردو زبان میں اس مضمون پر پہلی کتاب ہے - لکھائی - چھپائی کاغذ بھی عمدہ ہے - اور عہ قیمت پر مینیجر دار الکتب الحنفی لاہور سے مل سکتی ہے -

سفیر اسلامؐ بجانب اقوام یعنی وہ لیکچر جو علامہ **محمد فرید وجدی** مصر کے نامور مسلمان عالم نے حقانیت اسلام کے ثبوت میں لکھ کر جاپانی کانفرنس مذاہب کے دفتر میں ارسال کیا تھا اس کا ترجمہ نہایت سلیس اُردو میں جناب مولوی محمد حلیم صاحب انصاری ردولوی نے حال میں شایع کیا ہے ہر مسلمان کیلئے اس کا مطالعہ ضروری ہے شائقین مولوی محمد حلیم صاحب انصاری (پیسہ اخبار سٹریٹ لاہور سے بقیمت ۸ر طلب فرما سکتے ہیں -

دہلی کے مساجد و معابد کی سرگذشت

(۵)

فتحپوری کی مسجد

اکبر آبادی مسجد کی عمارت کے بعد فتحپوری کی مسجد کی عمارت گنی جاتی تھی - اس کو ۱۰۶۰ ہجری مطابق ۱۶۵۰ء میں فتحپوری بیگم زوجہ شاہجہان نے تعمیر کرایا تھا اب غدر میں اس کی دو سو برس کی عمر ہو گئی تھی - جس کے سبب سے اُس کی صورت میں زوال آنے لگا تھا ۱۸۵۱ء میں حاجی قطب الدین پنجابی سوداگر نے اُس کی مرمت بقدر ضرورت کرادی تھی کہ گرنے سے بچ گئی - غدر سے پہلے ان کے دونو میناروں کی برجیاں گر گئی تھیں - اس کے سو مربع گز صحن کے گرد ۶۹ حجرے طلبہ کے رہنے کے لئے بنائے گئے تھے اُنکی بھی صورت بدل گئی تھی کہ کھاری باولی اور چاندنی چوک کی طرف ان کے دروازہ پھوڑ کر دکانیں بنا دی تھیں جنکی آمدنی بادشاہی خزانہ میں جاتی تھی اور اس سے مسجد کا خرچ اٹھتا تھا - اس کے تین ایوان درایوان میں مفت خورے ملانے بھرے رہتے تھے - جو مسلمان ملانے کھلاتے وہ ان کو ضرور دعوت میں بلاتے - مُردوں کی فاتحہ کا کھانا ضرور ان ملانوں کے لئے مسجد میں بھجواتے روز اس میں دیگیں کھانے کی آیا کرتی تھیں - یہ مسجد خیرات خانہ تھا جس میں مسلمان بھوکے ملانوں کا پیٹ بھر جاتا تھا - جب ۱۸۵۷ء میں غدر کے بعد انگریزوں نے دہلی کو فتح کیا تو

اُس کی ساری جایداد موقوفہ دکانیں صحن وغیرہ نیلام کردی رائے چھنامل مہاجن دہلوی نے اس کو چالیس ہزار روپیہ کو خریدا اور اُس کی دکانوں اور مکانوں کی مرمت ایسی کی کہ اُس کا کرایہ سالانہ ۳۷۳ روپیہ ہو گیا۔ یکم جنوری ۱۸۷۷ء کو دہلی میں دربار قیصری ہوا تو مسجد کی جایداد موقوفہ کو گورنمنٹ نے واگذاشت کیا۔ رائے چھنامل کو ایک لاکھ دس ہزار روپیہ کے نوٹ جنکا سود چار روپیہ سیکڑہ کے حساب سے جایداد کے کرایہ کی وصول آمدنی کے برابر ہوتا تھا دیدیا اس مسجد کی کمیٹی منتظمہ مسلمانوں کی مقرر ہوئی اس نے اس مسجد کی آمدنی سے اول مسجد کی مرمت کرائی اس کی دونو میناروں کی برجیاں بنوائیں چھتوں کے نیچے دلہے ڈلوائے جنسے مسجد کی صورت تو خوشنما نہیں رہی مگر چھتیں گرنے سے تھم گئیں۔ پھر نئی دکانوں کو بنوایا ان کی چھتوں پر پختہ اور چوبی نکے نات بنوائے جنکے سبب سے مسجد کی جایداد کی آمدنی ماہانہ ۳۶۳ روپیہ ماہوار بالفعل ہے۔ اس میں ایک مدرسہ جاری ہے جس میں عربی کا درس سلسلہ نظامیہ کے موافق ہوتا ہے فارسی بھی پڑھائی جاتی ہے۔ قرآن شریف پڑھایا جاتا ہے مدرسوں کی تنخواہ بیس قرار دی ہے طلبہ کو اسّی روپیہ ماہوار وظیفہ ملتا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ مدرسہ کا انتظام ایسا اچھا نہیں کہ اتنے لائق طلبہ طیار ہوں کہ وہ دین و دنیا کے کاموں میں اپنی لیاقت دکھائیں اس مسجد کی حالت بہ نسبت شہر کی اور مساجد کے اعتبار سے اچھی ہے کہ اسکی آمدنی بڑی ہے اور روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔ ہزاروں روپیہ بنک میں امانت کا بے سود جمع ہے۔ ایک عربی مدرسہ جس کے برابر کوئی اور مدرسہ شہر میں نہیں ہے جاری ہے۔ ایک کمیٹی منتظمہ ہے جس سے اور چار مواقف کھجور کی مسجد۔ کالی مسجد۔ گدن یعنی گھونس کی مسجد۔ فخر المساجد کے متعلق ہیں۔

وہ ان کی خاطر خواہ نگرانی کرتی ہے - مسجد میں سامان خوش دری کا اور روشنی کے شیشہ آلات عمدہ موجود ہیں عیدین اور الوداع اور جمعہ کی نمازیں اس میں ہوتی ہیں - غدر سے پہلے کی نسبت اب اسکی حالت سب طرح سے اچھی ہے

زینت المساجد

فتحپوری کی مسجد کے بعد زینت المساجد کا نمبر شہر کی عظیم الشان مساجد میں ہے - اس مسجد کو ۱۱۲۲ھ ہجری مطابق ۱۷۱۰ء میں زینت النسا بیگم بنت عالمگیر نے شہر کی فصیل کے اندر دریا جمنا کے قریب تعمیر کرایا تھا اور اس کے اندر اپنے دفن ہونے کا مجر بنایا تھا جب زینت المساجد کی کھڑکی کے قریب جمنا کا پل کشتیوں کا تھا تو پل پر آنے جانے والوں کے سبب سے مسجد کے پاس بھیڑ لگی رہتی تھی اور اس میں سے مسلمان مسجد میں نماز پڑھنے جاتے تھے - تیراک جو دریا میں تیرنے جاتے تھے وہ اس مسجد میں نماز پڑھتے تھے تو اس مسجد میں رونق رہتی تھی مگر جب دریا کا پل یہاں سے اٹھ کر سلیم گڑھ کے نیچے چلا گیا تو پھر یہاں سناٹا رہنے لگا - مسجد کے پاس مسلمانوں کی آبادی نہ تھی کہ وہ اس مسجد کو آباد رکھتے - جب غدر میں ستمبر ۱۸۵۷ء میں انگریزوں نے دہلی کو فتح کیا تو اس مسجد کو اپنی چھاونی کا مسکوٹ بنایا مسجد کے دالانوں کو توڑ اپھوڑا انہیں چوکھٹیں کواڑ لگائے اور کمرے بنائے انپر نمبر لگائے - مجر کو اکھڑوا دیا حوض کی بھی جس میں پانی کنوئے سے بھرتا تھا پروا نہ کی - جب مس کوٹ سے مسجد خالی ہوئی تو دریا گنج کی چھاونی کی چیچک گھر بنی پھر وہ مسلمانوں کو واگذاشت ہوئی - اب وہ انجمن موید الاسلام کے سپرد ہے جس نے اس میں ایک موذن نوکر رکھ چھوڑا ہے جو کوئی نماز کا

آتا ہے اس کو نماز پڑھا دیتا ہے ورنہ دروازہ بند رہتا ہے غرض یہ خوشنما والا شان مسجد فقط سیر کے لئے رہ گئی ہے عبادت الٰہی کے لئے نہیں رہی - شہر میں یہ چار مسجدیں ایسی بڑی تھیں کہ ہندوستان کے کسی اور شہر میں نہیں تھیں اُن کے سوا اور مساجد جو غدر کے سبب سے یا کسی اور وجہ سے قابل ذکر ہیں وہ یہ ہیں -

اورنگ آبادی مسجد

ان چار مسجدوں کے بعد اورنگ آبادی مسجد تھی جس کو اورنگ آبادی بیگم زوجہ اورنگ زیب عالمگیر نے ۱۱۱۴ھ ہجری مطابق ۱۷۰۳ء میں پنجابی کرہ کے اندر تعمیر کرایا تھا اس لئے وہ شہر میں پنجابی کرہ کی مسجد کے نام سے مشہور تھی - اس میں طلبہ بہت رہتے تھے - اس مسجد کا صحن بہت وسیع تھا اس کو اکثر لوگوں نے اپنے گھروں میں ملا لیا - پنجابی سوداگروں کے سبب سے اس مسجد کے ملانے بڑے مرفہ الحال رہتے تھے - اب وہ ریل کی سڑک سے بالکل مسمار ہو گئی -

کالی مسجد یا مسجد کلاں

جیسی شاہجہان آباد کی مسجد جامع شہر کے وسط میں ہے ایسی یہ مسجد بھی جب شہر فیروز آباد آباد تھا اس کے وسط میں تھی یہ مسجد جامع ۷۸۹ھ مطابق ۱۳۸۷ء میں تعمیر ہوئی تھی - مگر جب فیروز آباد ویران ہو گیا اور شاہجہان آباد آباد ہوا تو وہ اس کے ایک کونہ میں ترکمان دروازہ کے پاس گئی اس کی کرسی ایسی اونچی ہے کہ ۳۲ سیڑھیاں ہیں جن پر چڑھنا مشکل

ہے اس لیئے اس میں مدتوں تک نماز نہیں ہوئی - مسجد اندر سے بہت مضبوط بنی ہوئی ہے ان کی چھتوں پر چھوٹے چھوٹے لداؤ کے برج بنے ہوئے ہیں جنکے سیاہ ہونے کے سبب سے اس کا نام کالی مسجد بجائے کلاں مسجد کے مشہور ہو گیا ہے - یہ مسجد بھی دیکھنے کے قابل تھی اب عجیب طرح کی بھدی ومستحکم بنی ہوئی ہے اس میں مینار نہیں ہیں - اس مسجد میں سے غدر ۱۸۵۷ء میں اس کے بانی ...... اور بانی کے باپ کی قبریں مٹ مٹا گئیں - یہ مسجد اور مسجد بیگم پور اور کھڑکی مسجد پٹھانی عمارتیں کہلاتی ہیں جو مضبوط بہت ہیں مگر بھدی و بدشکل ہیں -

سنہری مسجد جاوید خاں

قلعہ کے دلی دروازے کے پاس سنہری مسجد ہے جس کو ۱۱۶۵ھ ہجری مطابق ۱۷۵۱ء جاوید خان خواجہ سرائے نواب قدسیہ بیگم والدہ احمد شاہ نے تعمیر کرایا تھا اس کو سنہری مسجد اس سبب سے کہتے تھے کہ اس کے تینوں برجوں پر تانبے کے پترے سونے سے ملمع کیئے ہوئے لگے تھے - یہ ملمع جابجا سے اکھڑ پکھڑ گیا تھا اس لیئے ۱۲۶۹ھ مطابق ۱۸۵۳ء میں بہادر شاہ بادشاہ دہلی نے ان پتروں کو اتروا کر تینوں برج سنگ باسی کے بنوا دیے - مسجد ساری سنگ باسی کی بنی ہوئی تھی - جب غدر کے بعد قلعہ کے آگے میدان کیا گیا تو اس میں اس کا حوض اور بعض اور مکانات گرد کے مسمار ہو گئے دروازہ و دالان و مینار باقی رہے چنبر سنہری کلسیاں اب تک جگمگا رہی ہیں یہ مسجد بہت خوبصورت ہے ورنگل علاقہ نظام میں ایک مسجد اس کی نقل بنائی گئی ہے مگر اس کے آگے صحن ایسا وسیع رکھا ہے کہ وہ ناموزون

معلوم ہوتا ہے - یہ مسجد ویران پڑی رہتی ہے - اذان نماز نہیں ہوتی ایک اور سنہری مسجد کوتوالی کے پاس ہے اُس کا ذکر ہم کوتوالی کے بیان میں لکھینگے -

مولوی محمد حیات کی مسجد

اُردو بازار میں قلعہ کے لاہوری دروازہ کے پاس ایک بڑی وسیع مسجد تھی گو عمارت کے اعتبار سے کوئی اس میں ندرت نہ تھی مگر اس میں بہت طلباء علوم معقول و منقول پڑھتے تھے اس مسجد کے تعلیم یافتہ بڑے بڑے عالم متبحر مولوی رحمت اللہ اور مولوی عبدالرحمٰن نابینا تھے یہ عالم نابینا سارے علوم پڑھاتا تھا تحریر اقلیدس کی شکلوں کو اپنی انگلیوں پر شکلیں بناکے سمجھاتا تھا - قلعہ کے آگے میدان ہونے میں یہ مسجد بھی بالکل بے نام نشان ہوگئی مگر اس کے اندر رہنے والوں کا نام مولوی محمد حیات و مولوی رحمت اللہ و مولوی عبدالرحمٰن کا مدتوں تک یاد رہے گا -

کوتوالی چبوترہ کی چھوٹی سی مسجد

یہ مسجد بہت چھوٹی سی ایک دالان اور تنگ صحن کے گرد تیغ پہاڑ کے گردوارہ سے پیوستہ بنی ہوئی تھی جب انگریزوں نے دہلی فتح کی تو سکھوں نے اس کو ڈھاکر اپنی پیشاب گاہ بنالیا - مسلمان شہر بدر کیئے گئے تھے انکو اس کی خبر نہ ہوئی - گورنمنٹ نے یہ مسجد مہاراجہ جیند کو خیرخواہ سمجھ کر بنظر خیر خواہی دیدی تو مسلمانوں نے دیوانی عدالت میں اپنا استغاثہ دائر کیا اور ڈگری پائی مگر گورنمنٹ نے اس ڈگری کو منسوخ کر دیا اور مہاراجہ

جنید نے اس کو گرو دروازہ میں ملا کر اس کو فراخ کیا - برٹش گورمنٹ کی تاریخ میں یہ پہلی مثال ہے کہ مسلمانوں کی مسجد ہندوؤں کو مندر میں ملانے کے لئے دی گئی زمانہ انتقام میں مسلمانوں نے بھی بہت سے مندروں کو ڈھا کر مسجدیں بنائی تھیں اب انکی مسجد گر کر مندر میں ملائی گئی

فخر المساجد

کشمیری دروازہ کے پاس گرجا کے مقابل یہ چھوٹی سی مسجد بہت خوبصورت بنی ہوئی ہے اس کو فخر النسا بیگم زوجہ شجاعت خاں نے ۱۱۴۱ھ ۱۷۲۸ء میں تعمیر کرایا تھا حوض و فوارہ اس کا تو غدر سے پہلے ہی ٹوٹ گیا تھا اب وہ بہت جگہ سے شکستہ ہو گئی تھی اس کی انجمن مؤید الاسلام نے مرمت کرائی ہے -

حسین بخش کی مسجد

غدر سے پہلے وہابیوں کا زور دہلی میں ایسا ہوا کہ انہوں نے مسجد جامع میں نماز پڑھنے کو ناجائز جاتا - وہابیوں میں حسین بخش بزاز دولت مند تھا اور دین کے کاموں میں اپنی دولت کے خرچ کرنے سے دریغ نہیں کرتا تھا - اس نے مسجد جامع کے پیچھے وہابیوں کے لئے جدا مسجد بنوائی اور اُس کے ساتھ مدرسہ بنوایا - اس مسجد کا نام وہاب گڈھ مشہور رہا - ایک قدیمی پاگل خانہ کی حویلی ڈھائی گئی تھی اسکا مسالہ خرید کر کے اس مسجد میں لگایا تھا لوگ کہتے ہیں کہ اس کا اثر اس کے دماغ پر تھا جو بے ضرورت یہ مسجد بنوائی - گو یہ مسجد خاصی ہے مگر مسجد جامع کے ہمسایہ میں وہ وقعت نہیں رکھتی - وہ غدر سے پہلے

اور اب بھی بہت آباد رہتی ہے - مدرسہ میں اس کے طلبہ عربی پڑھتے ہیں
اس مسجد کے ایک واعظ کی مسلمانوں نے کچھ مذمت کردی تھی جس کے سبب -
سے اس نے ضد میں آنکر اپنی ایک جدا اس مسجد کے سامنے گڑھے میں دس
بارہ ہزار روپیہ چندہ کے جمع کر کے تعمیر کرائی ہے غدر کے بعد کوئی اس سے
بڑی مسجد نہیں تعمیر ہوئی اس میں مدرسہ طلباء ہے جس میں عربی طلباء پڑھتے
ہیں - مسجد جامع کے نیچے ان دو مسجدوں کا ہونا مسلمانوں کے نفاق اور بغض
ان کے مولویوں کی خود مطلبی وخود پرستی کو بتلاتا ہے کہ اپنی مسجد جامع میں متفق
ہوکر نماز تک پڑھنی نہیں پسند کرتے جدا جدا اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنانی چاہتے ہیں

شاہجہان آباد کی باقی اور مساجد

دریبہ کے بازار میں نواب شرف الدولہ نے محمد شاہ کے عہد میں
۱۱۳۵ھ مطابق ۱۷۲۳ء ایک مسجد تعمیر کرائی تھی - اس کا بیچ کا برج بالکل گر گیا تھا
وہ پھر بنوایا گیا ہے - ایک اور مسجد فیض بازار میں قاضی واڑہ دھول کی
منڈی میں ہے جس کو محمد شاہ کے عہد میں نواب روشن الدولہ ظفر خان نے
بنوایا تھا - پہلے اس مسجد کے تینوں برج سنہری تھے جو اُکھڑ کر کوتوالی
چبوترہ کے پاس کی سنہری مسجد میں لگے ہیں - یہ مسجد ویران رہتی ہے -
بہت جگہ سے شکستہ وخراب ہوگئی تھی اس کی مرمت بخشی انعام اللہ خان
کی بی بی نے آپ کرائی ہے اور شہر میں صرف ایک بڑی مسجد نواب حامد علی
خان کی شیعوں کی اور ایک چھوٹی مسجد پنجہ میں ہے ایک اور مسجد بالکل سنگ
سُرخ کی بہت خوبصورت بنی ہوئی قاضی کے حوض کے پاس سرکی والوں میں ہے
جس کو جرنیل اختر لونی ریزیڈنٹ دہلی کی مسلمان بیوی مبارک النساء نے بنوایا
تھا اور اس کے ساتھ ایک مدرسہ بھی تھا مگر غدر سے پہلے مسلمان اس میں نماز

نہیں پڑھتے تھے کہ وہ حرام کے پیسے سے بنی تھی - غدر کے بعد سرکار نے اس کو ضبط کر لیا اور مدرسہ کو پولس کی چوکی میں جو اس کے پاس تھی ملا دیا - مگر پھر انجمن مؤید الاسلام نے کوشش کر کے مسجد کو ضبطی سے نکالا اور اُس کی مرمت بہت اچھی طرح کر دی اب وہ آباد رہتی ہے اس کی دوکانوں کی آمدنی بھی اچھی ہے -

مسجدوں کا مسمار ہونا اور انکا مُعاوضہ مِلنا

میں نے بڑی مسجد میں اکبر آبادی مسجد و اورنگ آبادی مسجد اور مولوی محمد حیات کے مسجدوں کے مسمار ہونے کا ذکر کیا ہے ان کے سوا اور قلعہ کے آگے میدان بنانے اور ریل کی سڑکوں کی تعمیر میں پندرہ بیس چھوٹی چھوٹی مسجدیں مسمار ہوئیں سرکار نے جو مکانات مسمار کئے تھے اِن کے مالکوں کو جنہوں نے بدخواہی نہیں کی تھی باغیوں کے مکانات کی قیمت سے جو نیلام ہوئے تھے معاوضہ دیا تھا اس بنا پر مسلمانوں نے کہ جب اُن کے گھروں کا معاوضہ ملتا ہے تو خدا کے گھروں کا معاوضہ کیوں نہ ملے سرکار سے ان مساجد مسمار شدہ کا معاوضہ مانگا اور عرض کیا کہ اس زرِ معاوضہ سے ہم اور مساجد جہاں اُن کی ضرورت ہوگی بناوینگے - لیکن سرکار نے مساجد کا معاوضہ اُن کو خانہ خدا سمجھ کر ان کے گھروں کے معاوضہ کی طرح نہیں دیا +

میں نے خاص شہر شاہجہان آباد کی مسجدوں کا ذکر کیا ہے قلعہ اور بیرونِ شہر کے مساجد کا ذکر اپنے موقع پر ہوگا -

عیسائیوں کے معابد

شہر میں غدر سے پہلے کشمیری دروازہ کے پاس صرف ایک سینٹ جیمز چرچ تھا جو ۱۸۲۶ء میں نوے ہزار روپیہ میں تعمیر ہوا تھا غدر میں باغیوں نے اس کو بہت شکستہ کر دیا تھا اور اُس کا سارا اسباب لوٹ لیا تھا۔ اُس کے برج پر جو چمکدار مدور کلس صلیب دار لگا ہوا تھا اس کو بھی گولیوں کا نشانہ بنایا جب انگریزی عملداری آئی تو یہ کلس اُتار کر گرجا کے صحن میں رکھدیا اور اس کی جگہ برج پر ایک نیا کلس صلیب لگا کے لگا دیا اور بالکل اس کی مرمت کر دی۔ اب غدر کے بعد یہ تین نئے گرجا بنے ہیں سینٹ سٹیفن چرچ کیمبرج مشن کا ملکہ کے باغ کے سامنے دوسرا بیپٹسٹ چیپل بیگم کے باغ کے قریب تیسرا رومن کیتھلک چرچ مورسرائے کے مشرق میں سوا اس کے دریا گنج میں بیپٹسٹ مشن نے ایک ہال بنایا ہے جس میں ہندوستانی عیسائی نماز پڑھتے ہیں مگر ابتک عیسائی اس کو گرجا نہیں کہتے لیکن عوام میں اس ہال کا نام گرجا مشہور ہے۔ اس میں ایک دوائی خانہ بھی ہے۔

ہندوؤں کے مندر

ستمبر ۱۸۵۷ء میں جب انگریزوں نے دہلی کو فتح کیا تو انگریزی سپاہ نے کل مندروں کے اسباب اور مورتوں کو لوٹ لیا وہ سب ہندوؤں کے دہرم کے بھرشٹ ہو گئے انکو پیچھے ہندوؤں نے پوتر کیا۔ شہر میں جینیوں کے دوسرے مندر تھے انکی عمارتیں تو بدستور جاتی رہیں لیکن ٹھاکر اُن کے اپنی جگہ پر نہ ٹھیر سکے۔ سراؤگیوں نے انکو پھر ستھاپن کیا۔ قلعہ کے لاہوری

دروازہ کے آگے دو مندر ہیں جو غدر سے پہلے ایسے آراستہ نہ تھے جیسے اب
ہیں ان کی آرائش کے اسباب کی روز بروز افزائش ہوتی ہے ایک جینیوں
کا دوسرا دسہریوں کا مندر ہے۔ مادھوداس کی باغیچی کا مندر پہلے کی نسبت بہت
اچھی حالت میں ہے۔ دوایک مندر نئے بھی بن گئے ہیں بعض پرانے مندر
ڈھہ گئے ہیں۔ غدر کے بعد شہر میں چھوٹے چھوٹے بہت سے مندر
بنے ہیں مگر کوئی بڑا مندر نہیں ہے۔ لیکن نیل کے کٹرہ میں ایک دھرم سالہ
لاکھ روپیہ میں رلے امراؤ سنگھ نے بنوایا ہے جس میں سدا برت اس لاکھ روپے
کی آمدنی سے تقسیم ہوتا ہے جو اس کے والد ماجد رلے چھنا مل نے وقف
کیا تھا۔ جہاں مندر ہیں وہاں بندر بھی بہت رہتے ہیں کھانے کو خوب ملتا ہے

مسجدوں اور مندروں کی درو شا

میں نے جو اوپر لکھا ہے کہ مندروں کی درو شا ہوئی اور زینت المساجد
سیاہ کا باورچی خانہ اور جامع مسجد لشکر کی فرودگاہ چند روزہ بنی۔ فتحپوری
کی مسجد کی جائداد وقف نیلام ہوئی اور کوتوالی کے چبوترہ کی مسجد ایک
ٹھاکر دوارے میں شامل ہوئی اور بعض اور مساجد نیچے کی دکانیں نیلام ہوئیں
تو اس کا سبب یہ ہے کہ قدیم سے یہ دستور چلا آتا ہے کہ جب کوئی زور آور
فاتح کسی شہر کو فتح کرتا ہے تو اس کو یہ ضرورت آن کر پڑتی ہے کہ وہ اپنی صولت
وسطوت وشوکت وجاہ جلال دکھانے کے لئے اور مفتوحین کے دلوں میں
اپنی ہیبت ودہشت جمانے کے واسطے ان چیزوں کی تذلیل وتحقیر کرتے
ہیں جسکو مفتوحین مقدس ومتبرک سمجھتے ہیں۔ اس لئے دہلی میں مساجد
ومندروں کی تذلیل وتحقیر ہونی لازمی تھی۔ ذکاءاللہ

قدیم یونانی توہمات اور اُن کی دلچسپ کہانیاں

(۱)

اپالو ۔ سُورج کا دیوتا

اپالو سورج کا دیوتا اور دائنا چاند کی دیوی ۔ بھائی بہن جڑے ہوئے پیدا ہوئے ۔ انکی کم سنی ہی میں اُن کی جوان ماں پر مصیبت آئی یعنی زیوس کی (جو دیوتاؤں کا باپ خیال کیا جاتا تھا) بیوی ہیرا نے اُسے بہت ظالمانہ طور پر ستایا وہ بیچاری جگہ جگہ بچوں کو لئے ہوئے بھاگتی پھری آخر کار ایک خضر سیرت تھیمس نامی نے اوسپر ترس کھایا اور اُس سے کہا کہ اپالو کو میری نگرانی میں چھوڑ دے مرتا کیا نکرتا وہ بیچاری راضی ہوگئی ۔ تھیمس نے بچہ کو بندوں دار کپڑے پہنائے اور یہ سمجھ کر کہ یہ روز بروز گورا اور مضبوط ہوتا جائیگا اس کو وہ لطیف اور مقوی کھانے دیدئے جو یونانی دیوتاؤں کی غذا سمجھی جاتی تھی لیکن جونہی یہ بہشتی کھانا اُس کے ہونٹوں سے لگا اپالو فوراً تمام بند وغیرہ توڑ کر کھڑا ہوگیا اور تھیمس کی حیرت زدہ آنکھوں کے سامنے بچہ سے لڑکا اور لڑکے سے ایک نہایت شکیل اور جمیل جوان بن گیا ۔ اسکی آنکھیں گہری نیلی تھیں اُس کے بال لانبے اور سنہرے اور اُس کا چہرہ تندرستی اور

تازگی سے چمکتا تھا۔ تھیمس سے کہنے لگا کہ مجھے ایک ستارا[1] اور کمان دو۔ سنہری ستارے سے میں دل بہلاؤنگا اور جھکی ہوئی کمان سے جی خوش کرونگا اور الہام کے ذریعہ سے میں آئندہ کا حال بتاؤنگا۔ کوہ اولیمپیس پر دیوتاؤں نے اُس کا نہایت خوشی خیر مقدم کیا اور سورج کی شاندار گاڑی اُس کی سواری کے لئے دی۔

یونانیوں نے خیال کیا کہ سورج ایک سنہری گاڑی ہے جو روز آسمان پر مشرق سے مغرب کو ہنکائی جاتی ہے اور چونکہ اپالو اس کا ہنکانے والا تھا اس لئے اس کو سورج کا دیوتا کہنے لگے۔ اور انہوں نے اوسے موسیقی کا بھی دیوتا مانا کیونکہ سورج جب جنگل میں اپنی سنہری کرنیں ڈالتا ہے پرند اپنی سریلی اور رنگ برنگ کی آوازوں سے اوسے گونجا دیتے ہیں اپالو کو وہ اوس کا بھی دیوتا قرار دیا کیونکہ پرانے زمانے کے یونانی طبیب جانتے تھے کہ سورج کی روشنی اور سنہری کرنیں کتنی بیماریوں کو رفع کرتی ہیں وہ پیشین گوئی کا بھی دیوتا تھا کیونکہ یہ اُس نے تھیمس سے کہدیا تھا اور وہ جانتا تھا کہ زمانہ کیا گل کھلانے والا ہے۔ بایں ہمہ یونانی خاص طور پر اوسے سورج کا دیوتا خیال کرنا پسند کرتے تھے جو اپنے سنہری خوشنما گھوڑے موسم گرما کے نیلے بادلوں میں دوڑاتا پھرتا تھا یا اپنے سنہرے ستار پر رسیلے راگ گاتا ہوا جنگلوں میں گھومتا پھرتا تھا۔

ایک دن اس نے ایک بہت بڑا سانپ مارا جس کا نام پتھیا تھا اور جو آس پاس کے ممالک میں بہت خوف ناک تھا۔ وہاں کے باشندوں نے

[1] لائر۔ کے لئے اردو لفظ مجھے ستارے بہتر نہیں ملا اس میں سات تار ہوتے تھے اور ساخت میں ستارے سے بہت کچھ ملتا ہوا ہوتا تھا۔ (رشید)

اپنی ممنونیت کے اظہار میں اُس کے نام سے ایک مندر بنا دیا۔

گو اپالو تمام دیوتاؤں سے زیادہ ہنس مکھ اور روشن دماغ تھا مگر قسمت ہمیشہ اس پر خندان نہ رہی۔ پتھیاں کے مارنے کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد وہ کیوپڈ نامی عشق کے دیوتا پر جو اپنے تیر انسانوں کے دلوں میں چبھوتا پھرتا تھا ہنسا اور بطور تمسخر اُس سے کہا کہ ایسے ہتھیار دل ستانی نے افعی کُش کے لئے زیادہ موزوں ہیں"۔ کیوپڈ کو یہ مذاق بُرا معلوم ہوا اور اُس نے بہت غضبناک ہو کر کہا کہ اے افعی کُش کیوپڈ کا تیر تیرے دل میں بھی شگاف کریگا" یہ کہکر وہ کوہ پرناسس کی چوٹی پر بھاگ گیا اور اپنے ترکش میں سے دو تیر نکالے ایک سونے کا تھا جو عشق پھونکتا تھا اور دوسرا سیسہ کا جو نفرت پھونکتا تھا۔ سیسہ کا تیر تو ایک حسینہ جمیلہ عورت ڈیفنی نامی کے سینہ میں چبھو دیا اور سونے کے تیر سے اپالو کا دل گھائل کیا۔

قصہ مختصر۔ ایک دن اپالو سایہ میں لیٹا آرام کر رہا تھا کہ یہ عورت پاس سے نکلی وہ جلدی سے کھڑا ہو گیا اور پیچھے ہو لیا۔

اگر سیسہ کے تیر کا اثر نہ ہوتا تو شاید وہ اُس کی نیلی آنکھوں کو دیکھ کر اسیر عاشق ہو جاتی مگر اب تو نفرت نے اُس کے پیروں میں پر لگا دیے اور وہ ہوا سے بھی زیادہ تیز بھاگنے لگی۔ اپالو بھی اُس کے پیچھے اُتنا ہی تیز بھاگتا تھا اور اس کو ہر پیارے نام سے پکارتا اور خوشامد کرکے ٹھہرنے کے لئے کہتا جاتا تھا۔ ڈیفنی کا دل خوف سے دھڑک رہا تھا اُسے معلوم ہوتا تھا کہ اُس نے آلیا ہے اور چند لمحوں ہی میں اُس کے مضبوط فتحمندانہ بازو جو شوق میں پیچھے پھیلے ہوئے تھے اُسے پکڑ لیں گے وہ مایوسی سے ہانپ رہی تھی اور بھرائی ہوئی آواز میں "باپ پینئس مجھے بچاؤ! مجھے بچاؤ" کہکر

چلانے لگی۔ وہ مشکل سے بول چکی ہوگی کہ اس کے پیر زمین میں نصب ہوگئے اُس کا خوبصورت لچکدار جسم ایک درخت کے تنے کی صورت ٹھوس اور سخت ہوگیا اُس کے خوشنما بال ہوا میں اُڑ کر اور لہرا کر پتوں اور شاخوں کی شکل بن گئے!!! دریا کے دیوتا نے اسے لارل* کے درخت میں مسخ کر دیا! تب اپالو نے اُس کے پتوں کا تاج اپنے سر پر رکھا اور عہد کیا کہ میں ہمیشہ اس درخت کو متبرک مانوں گا۔ علاوہ ازیں اُس نے دعا کی کہ اس درخت کی پتیاں میرے ناشاد عشق کی یادگار میں ہمیشہ سرسبز رہیں۔

(ترجمہ از انگریزی) **شیدا** (از کیمبرج)

* یہ درخت شمالی افریقہ اور جنوب یورپ میں پہلے ہوا کرتا تھا مگر عرصہ سے انگلستان میں بھی اچھے باغوں میں لگایا جاتا ہے اس کی پتیاں ہمیشہ سبز رہتی ہیں اور ان میں تیز میٹھی خوشبو ہوتی ہے اس کا پھل ارغوانی رنگ کا ہوتا ہے اور مدت سے پتیاں اور پھل دونوں دواؤں میں استعمال کئے جاتے ہیں جو بہت مفرح اور ہاضم ہوتے ہیں۔ پرانے زمانے میں بہت بڑے بڑے بہادر عالموں وغیرہ کو اس کا تاج پہنایا جاتا تھا اور

Laurel

اب بھی اس سے نیک نامی اور شہرت مفہوم ہوتا ہے جیمس اول کے عہد سلطنت میں جو سونے کا سکہ ۱۶۱۹ء میں مسکوک ہوا تھا اُس کو بھی لارل کہتے تھے کیونکہ اس بادشاہ کو لارل کا تاج پہنایا گیا تھا۔

* یہ ہندوستان میں بھی میں نے دیکھا ہے مگر افسوس کہ اردو نام مجھے یاد نہیں رہا غالباً کوئی صاحب اس کی تصویر اور کیفیت ملاحظہ فرما کر اُس کا نام بتا سکیں گے۔ (شیدا)

رباعیاتِ انیس

معلوم ہوتا ہے کہ اب اُردو علم ادب کی ترقی کا دور شروع ہونے کو ہے کہ اُس کی عمدہ کتابیں کمال خوبی سے چھپ کر دلپذیر صورت میں ہدیۂ شائقین ہونے لگی ہیں۔ اس کتاب میں جو کچھ عرصہ ہوا شائع ہوئی ہے تین ایسی خوبیاں ہیں۔ جو بہت کم کتابوں میں یکجا ہوتی ہیں۔ اول کلام ایسے نامور سخنور کا جس سے بڑھ کر اُس کے صیغے میں کوئی نہیں ہوا۔ دوسرے انتخاب ایک ایسے بزرگ کا جس کا ذوق سلیم حُسن انتخاب سے ظاہر ہے تیسرے چھپائی ایک ایسے مطبع* کی جو اس وقت اُردو فارسی کی چھپائی میں ملک بھر میں لاجواب ہے۔ ہنرمند کاتب نے خوش قلمی کی داد دی ہے۔ اور مطبع نے خوبصورت جلد سے کتاب کو مزین کیا ہے۔ اب اس قسم کی مفید کوششوں کی حوصلہ افزائی اہل ملک کا کام ہے۔ اور ہم اُمید کرتے ہیں کہ وہ اپنا فرض خوشی سے ادا کرینگے۔

میر انیس مرحوم اس جہان سے اُٹھ گئے۔ مگر اُن کا نام زندہ ہے۔ اور جب تک اُردو علم ادب زندہ ہے۔ اور اردو دنیا میں بولی اور سمجھی جائے گی۔ مرثیہ کو ہندوستان میں میر انیس مرحوم اور اُن کے معاصرین کے زمانے میں وہ عروج حاصل ہوا۔ جو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ اور گو اُردو سے پہلے فارسی زبان میں بعض بہت درد انگیز اور پرتاثیر مرثئے موجود تھے۔ اور اُردو شاعری عموماً بہت کچھ فارسی شاعری کی تقلید کرتی رہی۔ اور فارسی کے بل پر بڑھی۔ پھر بھی مرثئے کا جو اندازہ باکمالان لکھنؤ نے نکالا۔ وہ انہی کا حصہ تھا

× مطبع نامی کانپور میں منشی محمد رحمت اللہ صاحب رعد کے اہتمام سے چھپی ہے قیمت ۱۲ر مولف سے مل سکتی ہے

اور جو کچھ وہ اس زمین میں کہہ گئے وہ ہماری زباندانی کی ترقی کے لیئے ایک مستقل سرمایہ ہیے۔

مرثیہ کے ساتھ رفتہ رفتہ سلام اور رباعی ضروری جزو بن گئے مجالس عزا میں آج تک یہ رواج ہے کہ پہلے ایک آدھ رباعی پڑھی جاتی ہے جو عموماً نصیحت آمیز یا اخلاقی مطالب سے پر ہوتی ہے - اور اس کے بعد سلام جو ایک قسم کی غزل ہے جسمیں تعشق کے مضامین کی بجائے مذہبی - اخلاقی اور روحانی اشارات ہوتے ہیں - یا مصائب اہل بیت کی تاریخ بہ صورت اجمال درج ہوتی ہے جو مرثیئے میں بہ تفصیل بیان کی جاتی ہے۔ یہ سب اصناف سخن اپنی اپنی جگہ قیمتی ہیں مگر ان میں رباعیات اس اعتبار سے نہائیت قابل قدر ہیں - کہ چار مختصر مصرعوں میں بسا اوقات اِن صاحب کمالوں نے وہ مضمون ادا کیئے ہیں - جو معمولی طور پر ایک مستقل نظم میں ادا کیئے جا سکیں - یا جنہیں نثر نگار کسی کتاب کے ایک علیحدہ باب یا فصل میں لکھیں - یوں گرانبہا نصائح منظوم کا جو ذخیرہ اردو میں موجود ہے - اس میں انیس کی سی رباعیاں اور کہیں شاید ہی ملیں - اس لیئے ہم سمجھتے ہیں کہ سید محمد حسن صاحب بلگرامی سوڈیٹر ریلوے معدنیات سرکار آصفیہ نظام - نے اردو خوان جماعت پر احسان کیا ہے کہ رباعیات انیس کا انتخاب شایع کرتے ہیں یہ اہتمام کیا ہے - کہ کتاب کی ظاہری صورت ایسی ہی دلکش ہو جیسے اس کے مضامین دلنشین ہیں - سرورق کے بعد ایک نہائیت عمدہ تصویر میر انیس مرحوم کی درج ہے جو کتاب کی دلچسپی بڑھاتی ہے -

سید محمد حسن صاحب دیباچہ میں لکھتے ہیں - کہ انہوں نے ایک سو پینتالیس رباعیات عام مذاق کے لحاظ سے انتخاب کر کے اس مجموعے میں شایع کی ہیں - جتنی مل گئیں غنیمت ہیں - لیکن ان کو پڑھنے کے بعد جی چاہتا ہے کہ کچھ اور ہوتیں -

ہم سید صاحب کو اس کتاب کے شائع کرنے پر مبارکباد دیتے ہیں اور اُمید کرتے ہیں کہ انتخاب مراثی بھی جلد شایع فرما کر شایقین کو ممنون کریں گے +

سوانح عمری مولینا روم حال ہی میں شمس العلماء مولینا مولوی محمد شبلی صاحب نے نامی پریس کانپور سے شایع کی ہے اس کتاب میں مولانا روم کے زہد و تقوے ۔ ریاضت خلق و انکسار ۔ علم و فضل تصوف کی ان باتوں کے جو زمانۂ حال کی دریافت سمجھی جاتی ہیں ماہر ہونے اور مطالب قرآن و حدیث پر عبور رکھنے کا اچھا ثبوت ۔ واقعات ۔ رائیوں ۔ دلائل اور خود مولانا کی تصانیف سے دیا گیا ہے ۔ چنانچہ مولانا شبلی لکھتے ہیں کہ مولانا شہزادگی سے دور تھے ۔ دس دس بیس بیس دن تک لگاتار روزہ رکھتے تھے ۔ شاہانہ تحایف سے انکار کر دیتے تھے ۔ گالیاں کھا کر بھی رنجیدہ نہیں ہوتے تھے ۔ جو کچھ پاس ہوتا سایل کو دیدیتے تھے ۔ نہ کسی کو دُکھ دیتے اور نہ کسی کی تکلیف کو دیکھ سکتے تھے ۔ جب آپکی زوجہ نے لونڈی کو سزا دی تو آپ نے زوجہ کو چشم نمائی کی ۔ جب ایک شخص نے کہا کہ شیخ صدرالدین کو تو اس قدر وافر تنخواہ ملتی ہے مگر آپکو صرف ۱۵ دینار ۔ تو فرمانے لگے کہ یہ پندرہ دینار بھی شیخ صاحب ہی کو ملنے چاہئیں ۔ مولانا نے اپنی مثنوی میں مسایل تجاذب اجسام ۔ تجاذب ذرات ۔ تجدد امثال اور ارتقاء کا بھی ذکر کیا ہے ۔ جس سے ظاہر ہے کہ مولانا کی رائے یورپ کے موجودہ علماء کی رائے سے ملتی تھی ۔ معجزہ کی نسبت آپکی رائے یہ تھی کہ معجزہ دلیل نبوت نہیں ہے وحدت الوجود کی بابت آپکا یہ خیال تھا کہ خدا کائنات میں شامل ہے ۔ اور کائنات اُس کا مظہر ہے مقام سلوک دفنا ۔ روح اور دینی مسائل پر بھی مولانا نے جا بجا رائے قایم کی ہے ۔ مولانا نے اپنی مثنوی شیخ عطار کی مثنوی منطق الطیر کی تقلید میں لکھی تھی ۔ غزل گوئی میں آپ عراقی اور سنائی کے ہم پایہ تھے ۔ اس صف میں آپ نے توحید کو داخل کر کے مجاز کے اوپر حقیقت کا پہلو غالب کر دیا ۔ فارسی زبان کی چار مشہور کتابوں شاہنامہ گلستان ۔ دیوان حافظ اور مثنوی مولانا روم میں سے صرف مثنوی ہی سب سے زیادہ شہرت رکھتی ہے ۔ جس کا خاص سبب یہ ہے کہ اُس میں تصوف و طریقت کوٹ کوٹ کر بھر دیا گیا ہے ۔ مولوی شبلی نے ذیل کی باتوں پر واقعات اور دلائل سے خوب روشنی ڈالی ہے +

۱ - مولانا روم کی شمس تبریز سے ملاقات ۔ اور مولانا کا شمس تبریز سے تصوف میں فیض حاصل کرنا ۔

۲ - جو دیوان شمس تبریز کے نام سے مشہور ہے وہ مولانا ہی کی طبع کا نتیجہ ہے ۔

۳ - مثنوی کا چھٹا دفتر خود مولانا نے تصنیف کیا تھا ۔

کتاب بہت اچھی ہے ۔ اور تحقیقات کے اصول کو مدنظر رکھ کر تصنیف کی گئی ہے جو لوگ تصوف کا شوق رکھتے ہیں ان کو اُس سے ضرور فایدہ اُٹھانا چاہیئے ۔ علاوہ مطلا و رنگین سرورق کے حجم ۲۰۰ صفحہ ۔ بڑی تقطیع ۔ کاغذ لکھائی ۔ چھپائی سب اعلےٰ درجہ کی کیوں نہ ہو ۔ منشی رحمت اللہ رعد کے نامی پریس کانپور سے شایع ہوئی ہے ۔
قسم اول ــ دوم ــ سوم ۱۰ ــ چہارم +

شرر و سرشار

اگرچہ شرر و سرشار ہماری طرف سے کسی تقریب کے محتاج نہیں لیکن ان دونوں مشاہیر کی تصویریں پیش کرتے ہوئے یہ بے موقع نہ ہوگا اگر ہم چند ریمارکس ان کی تصانیف کے محاسن و معائب کی نسبت اپنے ناظرین کی توجہ کے لئے پیش کریں۔ زمانے کی تبدیلی کے ساتھ جب لوگوں کے مذاق میں تبدیلی ہوئی۔ تو بوستان خیال و طلسم ہوشربا کی پر لطف داستانیں پھیکی معلوم ہونے لگیں۔ اور اس بات کی ضرورت مختلف اہل قلم کو محسوس ہوئی کہ اُن زبانوں کے لئے جو قصہ خوانی کی چاٹ پر لگی ہوئی تھیں۔ انگریزی مطبخ سے ایسی غذا لائی جائے جو ناگوار نہ گذرے سب سے پہلے اُردو ناول نویسی کے بنا ڈالنے والوں کی توجہ اس امر کی طرف منعطف ہوئی کہ وہ کونسی بات ہے۔ جسے طلسم ہوشربا کی داستانوں کو موجودہ نسل کے لوگوں کی نگاہ میں مبغوض بنا رکھا ہے۔ اُن کے ناپسند ہونے کی وجہ یہ تو ہو نہیں سکتی کہ وہ دلچسپ نہیں۔ کیونکہ اگر انصاف کی رو سے دیکھا جائے تو خاص خاص مقامات کو چھوڑ کر جہاں رطب و یابس نے دلچسپی کو کم کر دیا ہے۔ طلسم ہوشربا کے اکثر مقامات اپنے رنگ میں انوکھی دلچسپی رکھتے ہیں۔ تخیل کی ان میں کمی نہیں بلکہ شائد اگر تخیل کو واقعیت کا متضاد تصور کیا جائے۔ تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ طلسم ہوشربا کے مصنف یا مصنفین کا تخیل کسی نئے رنگ کے فسانہ نویس کو حاصل نہیں ہوا۔ زبان بھی چنداں بری نہیں بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ اپنی طرز میں لاجواب ہے۔ ہم نے مانا کہ آج کل یہ رنگ مفقود ہے

اگر لوگ سیدھے اور صاف الفاظ کو بہترین اُسلوب خیال کرتے ہیں لیکن طلسم ہوشربا کی بے قدری محض رنگینی عبارت کی وجہ سے نہیں۔ اُن کی قدر کو اس امر نے کھو دیا کہ تعلیم یافتہ لوگ محض تخیل کے کرشموں میں دلچسپی لینے سے قاصر ہیں۔ اُن کی نظروں میں صرف وہی عمارت جنچ سکتی ہے جسے تخیل کا معمار واقعات کی بنا پر کھڑا کرے۔ غیر تعلیم یافتہ دماغ کی مثال بالکل ایک بچے کی سی ہوتی ہے۔ جو جنوں اور پریوں کی داستانوں کو یقین کے ساتھ سنتا ہے۔ اور ناممکن الوقوع باتوں کو اپنی سادگی یا سادہ لوحی کی وجہ سے سچا تصور کر کے انہیں وہ خط پاتا ہے۔ جو ایام طفولیت سے باہر قدم رکھ کے مدت العمر میں پھر کبھی حاصل نہیں ہوتا۔ برخلاف اس کے تعلیم یافتہ قصوں میں بھی ممکن وغیر ممکن کا سوال درمیان میں لاتا ہے۔ علاوہ بریں تعلیم یافتہ آدمی یا یوں کہئے کہ وہ آدمی جس کے دماغی قویٰ کو پوری نشو و نما کا موقعہ ملا ہو۔ صرف ان امور ہی میں دلچسپی لے سکتا ہے جو انسان و فطرت انسانی سے متعلق ہوں۔ محض فرضی معاملات میں دلچسپی لینا صرف انہی لوگوں تک محدود ہے جو زندگی کو بجائے ایک جائے امتحان کے بازیچۂ اطفال تصور کرتے ہیں۔ کسی حکیم کا مقولہ ہے کہ انسان کے لئے بہترین مضمونِ مطالعہ خود انسان ہے۔ اور یہ ایسا قول ہے۔ جس کی صداقت کی دلیلیں دنیا کے ہر ایک ملک کے علم ادب کی تاریخ میں مل سکتی ہیں۔ بالخصوص ناول نویس کا یہ فرض ہے کہ اپنے قصے میں اس قول سے فائدہ اُٹھا کر تمام واقعات کو ایسے پیرائے میں لکھے جس سے اُس کی تکلیف ہر زمانے و ہر ملک کے لوگوں کے لئے دلچسپی کا سرمایہ بہم پہونچا سکے۔ اس عالمگیر اصول کو واضح کرنے کے لئے ہمیں بہترین مثال جو مل سکتی ہے۔ وہ اس عجیب

وغریب کتاب "الف لیلہ" کی ہے۔ حالانکہ اسمیں بعید از قیاس واقعات ہیں لیکن چونکہ اُس کی اکثر حکایات فطرت انسانی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتی ہیں۔ اور اُس حکمت سے مملو ہیں۔ جو انسانی خواص وخصایل کے مطالعہ ومشاہدہ کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اس لئے اُس کی دلچسپی ابتک برابر قایم ہے ہم پھر کہتے ہیں کہ ناول نویس کا یہ فرض ہے کہ فطرت انسانی کا مطالعہ کرے۔ اس عجیب وغریب کل کے تمام پرزوں پر نگاہ ڈالے۔ اور اس امر کی کوشش کرے کہ اُس کے اشخاص فسانہ کی رفتار وگفتار سے پڑھنے والے کو اُس کل کی پیچیدہ ساخت کے سمجھنے میں کچھ مدد ملے۔ اگر اس امر کی کوشش کرے گا تو یقین ہے کہ وہ کامیابی حاصل کرے گا جو اُس سے بہتر ادیبوں کو کبھی خواب میں بھی نصیب نہیں ہوئی۔ لیکن اس کوشش میں کامیاب ہونا ہر شخص کا کام نہیں جب تک انسان کو قدرت سے وہ غایر نظر نہ ملی ہو۔ جو کسی شئے کی ظاہری صورت سے آگے بڑھکر اُس کے باطن تک سے آگاہ ہو جاتی ہے تب تک کبھی کامیابی کا منہ دیکھنا نصیب نہ ہوگا۔

اس تمہید سے یقین ہے کہ ہمارے ناظرین کے یہ امر ذہن نشین ہوگیا ہوگا۔ کہ مطالعہ فطرت انسانی ناول نویس کا اصلی مقصد ہونا چاہیئے۔ اور شروع میں ایک ایسا معیار قایم کر دینے سے شرر و سرشار کا موازنہ کرنے میں بہت کچھ آسانی ہو جائے گی +

اس میں تو کسی کو کلام کی گنجایش نہیں کہ اردو فسانہ نویسی کے آسمان پر جو آب وتاب ان دونوں ستاروں نے دکھائی ہے۔ اُس کے آگے اور چھوٹے موٹے ستاروں کی چمک ماند پڑگئی ہے۔ اسوقت ہمارے ذہن میں کوئی نام ایسا نہیں جسے قبولیت عامہ کے لحاظ سے ہم ان دونوں کے

ساتھ شمولیت کا فخر دے سکیں حکیم محمد علی صاحب طبیب کے ناول ایک خاص طبقے میں ضرور پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ یعنے اُس طبقے میں جو ... انشا پردازی لفظی و معنوی رعایات تشبیہ و استعارات کا دلدادہ ہے۔ مگر شرر و سرشار کے فسانوں کو یہ امتیاز حاصل ہے۔ کہ اُنکے پسند کرنے والے ہر فرقے و ہر طبقے میں موجود ہیں۔ اور اُن کی مہک ہر کہ و مہ کے پسند خاطر ہے۔ بالخصوص موخر الذکر کے شہرہ آفاق افسانے نے تو نہ صرف ناول خوانی بلکہ ناول نویسی کی مشق کو بھی عام کر دیا ہے۔ اور ان سینکڑوں ناولوں میں سے جو ہر روز ناتجربہ کار ہاتھوں سے نکلتے ہیں شائد ہی کوئی ایسا ہوگا جسمیں فسانہ آزاد کی جھلک نہ دکھائی دیتی ہو +

گذشتہ ایام میں ان دونوں نام آوروں کے متعلق مضامین سے اکثر رسالوں کے صفحے سیاہ ہو چکے ہیں۔ لیکن ان سب مضمون نگاروں نے کبھی اس بات سے چشم پوشی نہیں کی کہ ایک ہندو ہے اور ایک مسلمان۔ اور اُنکے علمی اعتراضات کے پردے میں قومی تعصب کی آگ صاف بھڑکتی نظر آتی ہے۔ مثال کے طور پر ہم حکیم برہم صاحب کا ایک اعتراض پیش کرتے ہیں جو اُنھوں نے سرشار پر وارد کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ سرشار نے فسانہ آزاد میں کونسی انوکھی بات پیدا کی ہے۔ مختلف حرفہ و پیشہ کے لوگوں کی زبان کو صرف بلا کم و کاست لکھ دیا ہے[1] ہم حیران ہیں کہ یہ اعتراض ہے یا تعریف اور اگر اعتراض یہ ہے تو سوائے برہمیت کے اور کس دلیل پر مبنی ہے۔ علمی تحقیقات کے لیئے یہ لابدی ہے کہ آئینۂ دل کو تعصب کی کدورت سے بالکل صاف کر دیا جائے۔ اور بالخصوص شرر سرشار پر محاکمہ

---

[1] لہ - الفاظ ہمارے ہیں۔ لیکن انکے اعتراض کا مفہوم یہی ہے۔

کرتے ہوئے تو یہ امر بالکل ہی نظر انداز کر دینا چاہیئے کہ ان دونوں میں قومیت کا کوئی فرق ہے۔ بلحاظ اپنی تصانیف کے دونوں مسلمان ہیں۔ کیونکہ دونوں نے اُس زبان کو اپنے خیالات کے اظہار کا وسیلہ بنایا ہے جو مسلمان گھرانوں میں رائج ہے۔ سرشار نے فسانہ آزاد کے دیباچے میں اس امر کا قطعی طور پر فیصلہ کر دیا ہے کہ صحت زبان کے بارے میں صرف مسلمان شرفا کا روزمرہ سند ہے اور جس کسی کو زبان سیکھنی منظور ہے۔ اسے انہی کی صحبت سے فیض اُٹھانا چاہیئے علاوہ بریں سرشار نے نہ صرف اپنے خیالات کو اسلامی جامہ پہنانے کی کوشش کی۔ بلکہ خود ان خیالات کو بھی اسلامی سانچے میں ڈھال لیا۔ مسٹر برج نرائن چکبست نے اپنے اُس جامع وبسیط مضمون میں جو رسالہ زمانہ میں شایع ہُوا تھا اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ سرشار اہل ہنود کے طرز معاشرت۔ رفتار وگفتار رسم ورواج سے بالکل ناآشنا تھا۔ اگر ہمارے ناظرین کو یہ منظور ہے کہ نہ شرر و سرشار کی نسبت کوئی صحیح رائے قایم کر سکیں تو انہیں تعصب کو اپنے خیالات میں جاگزین نہ ہونے دینا چاہیئے۔ کیونکہ تعصب وہ شے ہے جو فہم کو مخالف کے محاسن کے احساس سے قاصر بنا دیتی ہے۔

ہماری رائے میں دو ایسے مصنفین کے کلام کا جنکا طرز تحریر بالکل علیحدہ ہو) مقابلہ کسی محدود دائرے میں کرنا سراسر ناانصافی ہے خصوصاً اس صورت میں جبکہ مقابلہ ایک کو دوسرے پر ترجیح دینے کی نیت سے ہو۔ ترجیح دینے میں کوئی عیب نہیں لیکن ترجیح انہی عالمگیر علمی اصول کو مد نظر رکھ کر دینی چاہیئے۔ جسے واضح کرنے کی ہمنے تمہید میں کوشش کی ہے۔ اگر ہم اس امر کو مان لیں کہ شہرت دوام کی کنجی فطرت انسانی کا علم

ہے تو ہمیں سرشار کی فوقیت کو تسلیم کر لینے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے میں یہ نہیں کہتا کہ شرر اس سے بالکل محروم ہے یا سرشار کو اس علم کا کوئی غیر معمولی حصّہ ملا ہے۔ دونوں میں کچھ وسیع فرق نہیں۔ لیکن پھر بھی فرق ہے اور اس فرق کی وجہ سے سرشار کا پلہ بھاری ہے +

اُس کی نگاہ گو بالعموم ظاہری نمائش و آرائش کی طرف رہتی ہے اور عبارت آرائی اُس کا خاص شیوہ ہے۔ تاہم اُس کی ذہانت اسے زبردستی اس معراج پر پہونچا دیتی ہے جو کبھی شرر کو نصیب نہیں ہوا۔ اس کے اشخاص نسانہ غیر معمولی آدمی ہیں اور ہمیں شبہ ہے کہ آزاد و خوجی جیسے آدمی دنیا میں تلاش کیے سے بھی بمشکل ملیں گے تاہم وہ آدمی ہیں۔ انکی رفتار و گفتار سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انکی رگوں میں انسانی خون دوڑ رہا ہے انکے خیالات میں اگرچہ بہت عمق نہیں لیکن انسانیت کی بو ضرور آتی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ سرشار کا ہر ایک کیریکٹر اپنی ذاتی خصوصیات کی وجہ سے علیحدہ علیحدہ نمایاں معلوم ہوتا ہے۔ برخلاف اس کے شرر کے سب ہیرو ایک ہی سانچے میں ڈھلے ہیں اُن کے خیالات کی پرواز ایک ہے۔ ان کی رفتار و گفتار کا انداز ایک ہے۔ اگر کوئی اختلاف ہے تو لباس کا منصور کے جسم پر افغانی لباس ہے۔ عزیز کے جسم پر ترکی زیاد کے جسم پر عربی لیکن انکی باہمی مشابہت اس قدر زیادہ ہے کہ سب سگے بھائی معلوم ہوتے ہیں۔ بلکہ کسی کے بھائیوں میں بھی اختلاف ہوتا ہے۔ یوں کہنا چاہیے کہ وہ مختلف سوانگ ہیں جنکے پردے میں ایک ہی ایکٹر اپنا ہنر دکھاتا ہے بعض لوگ اس بیان سے چونکیں گے کیونکہ شرر کے ناول بظاہر ایک دوسرے سے بہت مختلف رنگ

دسمبر ۱۹۰۶

کے ہیں اور ان کو مختلف الالوان بنانے کے لئے انہوں نے اپنے وسیع علم کو بدرجہ غایت استعمال کیا ہے۔ لیکن اس اختلافِ الوان سے کیا فائدہ جب کہ ہم رنگ میں خود حضرت شرر کی ذات والا صفات کو موجود پاکر یہ شعر زبان پر لائے ہیں ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش
من انداز قدت را مے شناسم

شرر میں یہ بڑا عیب ہے کہ وہ اپنی قوت مشاہدہ کو استعمال نہیں کرتے اور اپنے قصوں کی ترتیب میں اپنی ذاتی آرائے و تعصبات کو بجا و بیجا دخل دیتے ہیں برخلاف اس کے سرشار نے اپنے کیریکٹرز کے پیچھے خود کو پورے طور پر چھپا لیا ہے بلکہ یوں چاہئے کہ اپنی شخصیت کو بالکل محو کر دیا ہے۔

شرر کے سب قابل قدر ناول بلا استثناء تاریخی افسانے ہیں تاریخی افسانوں کے علاوہ جو ناول انکے قلم سے نکلے ہیں۔ وہ کسی طرح ان کی شہرت میں کچھ اضافہ نہیں کرتے۔ دلچسپ تو خیر غنیمت ہے لیکن دلکش میں سوائے اس کے کوئی خصوصیت نہیں کہ شائد کسی اصلی واقعہ کی بنا پر لکھا گیا ہے بدر النسا کی مصیبت اور میوۂ تلخ بدقسمتی سے شرر کی تصنیف ہیں اور شائد جس قدر نقصان ان کو ان دو قصوں کی تصنیف سے پہونچا ہے اُس کی تلافی ان کا مقبول سے مقبول ناول بھی نہیں کر سکتا تاریخی ناولوں پر اصولاً ہمیں ایک اعتراض ہے وہ یہ کہ انکے ذریعہ سے غلط خیالات عوام میں رائج ہو جاتے ہیں۔ اور لوگ خلاف واقعہ امور کو تاریخی واقعات تصور کرنے لگتے ہیں عوام کو گمراہ کرنے کا الزام اس قدر

زبردست ہے گو ضرورت و دلچسپی کا عذر ہماری نظروں میں ہرگز اُس کی تلافی نہیں کر سکتا۔

یہ تو تصویر کا ایک رخ ہے لیکن اگر دوسرے رخ پر نگاہ ڈالئے تو شررؔ کو سرشارؔ پر ایک خاص قسم کی فوقیت حاصل ہے جسے کوئی علم ادب کا نقاد نظر انداز نہیں کر سکتا۔ علم ادب کو اکثر فن تعمیر سے تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ جس طرح معمار ہر ایک اینٹ کو تراش کر موقعہ موقعہ سے بٹھاتا ہے اور نہ صرف اس امر کی کوشش کرتا ہے کہ عمارت کا ایک ایک حصہ فرداً فرداً خوبصورت ہو بلکہ کل عمارت کو ایسے عمدہ اسلوب پر تمام کرتا ہے۔ کہ تیار شدہ عمارت بحیثیت مجموعی آنکھوں کو بھلی معلوم ہوتی ہے اسی طرح مصنف ایک ایک لفظ کو جانچتا اور تولتا ہے۔ اور اسے ترکیب میں اس طرح بٹھاتا ہے کہ مرغوب طبع ہو۔ علاوہ بریں وہ اس امر میں بھی ساعی رہتا ہے۔ کہ جب اُس کی کتاب یا مضمون تکمیل کو پہونچے تو مکمل ہو کر پڑھنے والوں کو اُس میں کسی طرح کمی نہ معلوم ہو۔ بلکہ کسی پسندیدہ عمارت کی طرح وہ تمام و کمال از سرتا پا بھلی معلوم ہو اس فن کو علم تنقید کے بنانے والوں نے بہت ارفع مرتبہ دیا ہے۔ اور ہمیں اس امر کا اعتراف کرتے ہوئے بہت مسرت ہے کہ شررؔ نے بہت کچھ اس فن کا اکتساب کر لیا ہے ان کے پلاٹ بہت موزوں ہوتے ہیں۔ اور قصہ کو اس طرح اوّل سے لیکر آخر تک تمام کرتے ہیں کہ اُس میں کوئی نقص محسوس نہیں ہوتا۔ بلکہ ذوق سلیم کو پوری طمانیت حاصل ہوتی ہے۔ برخلاف اسکے ہمیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ سرشارؔ کے تصانیف میں اس فن کا وجود بالکل عنقا ہے۔ اگر فسانہ آزاد جیسی معجون مرکب ہی نام فسانہ

یا ناول ہے تو شاید دنیا میں سرشار سے پہلے ان الفاظ کا مفہوم کسی بشر کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔

مندرجہ بالا سطور میں ہمنے شرر و سرشار کی تصانیف پر افسانہ نویسی کی حیثیت سے ایک اجمالی نظر ڈالی ہے۔ لیکن اُن کی وقعت پوری طرح ذہن نشین کرنے کے لیئے یہ ضروری ہے کہ اُن کے اسلوب تحریر کو مطالعہ کیا جائے۔ اس میں بھی سرشار کو ایک خاص قسم کی فوقیت اپنے حریف پر حاصل ہے۔ سرشار کا اسلوب انوکھا ہے لیکن اُس کا انوکھا پن بناوٹ کی وجہ سے نہیں۔ اُسکی پر مذاق طبیعت کا یہ رنگین طرز تحریر قدرتی جامہ ہے۔ سرشار کا ایک ایک فقرہ شوخی سے معمور ہے۔ لفظ لفظ سے ظرافت ٹپکتی ہے۔ ترکیبوں کی رنگینی سے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے سفید روشنی کی شعاعیں کسی سہ پہلو شیشے میں سے گذر کر قوس قزح کی بہار دکھا رہی ہیں۔ لیکن ساتھ ہی اُس میں ایک عیب بھی موجود ہے وہ یہی کہ قوس قزح کے رنگوں کی طرح اُس کا اسلوب غیر معین ہے۔ الفاظ کوئی خاص معنی نہیں رکھتے۔ انکی ندرت وجدت توجہ کو اصلی مفہوم سے مستغنی کر دیتی ہے۔ برخلاف ازیں شرر کا اسلوب صاف اور سنجیدہ ہے۔ اُس کی ترکیبیں غور و فکر کا پتہ دیتی ہیں۔ اُس کے الفاظ انتخاب کی شہادت دیتے ہیں۔ اور سرشار کے اُسلوب کے برخلاف اُس کی طرز تحریر علاوہ افسانہ و ناول کے علمی مضامین کے لئے بھی موزون ثابت ہو سکتی ہے لیکن سرشار کا اسلوب اپنی ایجاد ہے۔ شرر کی تحریر محنت کا نتیجہ ہے۔ سرشار کو نقل کرنا شفق و قوس قزح کے رنگ اڑانے کی کوشش کرنا ہے۔ لیکن شرر کے ناقلوں کی تعداد روز افزوں ترقی پر ہے +

اُس آخری بیان سے ایک اور نتیجہ مترتب ہوتا ہے جو شرر کے مرتبہ کو بہت ارفع بنا دیتا ہے +

وہ یہ کہ سرشار اپنی جدت کی وجہ سے ممتنع الجواب ہے لہذا اُس کا کوئی اصلی و واقعی اثر اردو علم ادب پر نہیں پڑا - اکثر ناتجربہ کار مصنف اُسکی پیروی کرنے کی کوشش کرتے ہیں - لیکن افسانہ نویسی کی خار دار وادیوں اور خطرناک گھاٹیوں میں وہ بجائے خضر کے چھلاوہ کا کام دیتا ہے - اور راہنمائی کے بدلے انہیں راہ راست سے بہت دور لیجاتا ہے - برخلاف اس کے شرر نے نومشق مصنفوں کے لئے ایک نہایت قابل قدر و معتبر نمونہ پیش کیا ہے - اُس کی تقلید انہیں اگر کامیابی کی اعلےٰ ترین چوٹی پر نہیں پہونچائیگی تو کم از کم ناکامی کے گڑھے میں بھی نہیں گرائے گی +

ابتک ہم نے یہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے - کہ شرر و سرشار کے مابین کیا اہم اختلافات ہیں جو ایک کو دوسرے سے متمیز بناتے ہیں - لیکن ان اہم اختلافات کے علاوہ بعض جزوی اختلافات بھی ہیں - جنمیں سب سے زیادہ قابل ذکر ظرافت ہے - سرشار کا افسانہ ظرافت کی کان ہے - شرر کے ناول ظرافت و مذاق کی چاشنی سے بالکل خالی ہیں - اور اس معاملے میں بھی سرشار کو ترجیح و توقیت کا پورا استحقاق ہے +

اصلی و سچی ظرافت مصنف کو تنگ ظرفی کے الزام سے بچاتی ہے - جو شخص ہنس نہیں سکتا اُس نے دنیا کو دیکھا نہیں یا اگر دیکھا ہے تو زاہد خشک مغز کی آنکھوں سے - دنیا کا قاعدہ ہے کہ ان صفات کو جو خدا کی طرف سے عطا کی گئی ہیں زیادہ مقبولیت کی نگاہ سے دیکھتی ہے - اور ان صفات سے اعلےٰ و برتر تصور کرتی ہے جو اکتساب کی گئی ہوں شان عبودیت اسی کی

مقتضی ہے اور اظہار شکر کا یہ ایک غیر ارادی مگر انتہا درجہ کا مخلصانہ پیرایہ ہے ظرافت کی اس سے بڑھکر اور کیا تعریف ہو سکتی ہے کہ یہ خدا کی دین ہے جو بہت کم مصنّفوں کے حصّہ میں آتی ہے - اور جنہیں نصیب ہو جاتی ہے - اُنکے تمام عیوب کے لئے ملمع اور خوبیوں کے لئے سہاگے کا کام دیتی ہے - بعض لوگ اعتراض کرینگے کہ سرشار نے ظرافت کو حد کے درجے تک پہونچا دیا ہے - یہ الزام بالکل بجا ہے لیکن سرشار کے اکثر نقادوں نے اس پر ضرورت سے زیادہ زور دیا ہے - ظرافت جب تک تہذیب و متانت کے دائرے سے باہر قدم نہ رکھے - ایسی غذا ہے جس سے کبھی طبیعت سیر نہیں ہوتی -

اُردو ناول نویسی کی عمارت ابھی کھڑی نہیں ہوئی - صرف بیرونی حصّہ کچھ کچھ تعمیر ہوا ہے اور اُس حصّے کے نذیر و سرشار بڑے رکن ہیں - تاہم اِن اراکین کی عظمت و نفاست سے توقع کیجاتی ہے کہ عمارت ضرور دلکش و شاندار ہوگی *

محمد سعید

شعلہ زن مجھ میں کسی کی نگہ اوّل ہے
میرے پہلو میں بھڑکتی ہوئی اک مشعل ہے

آگے پیچھے میں پھرا کرتا تھا جسکی کل تک
ہائے وہ آج نگاہوں سے میری اوجھل ہے

وصف ابرو جو کیا منجھ گئے الفاظ میرے
آب شمشیر تری میرے لئے صیقل ہے

اُڑ گئی جب میرے صحرا کے نکل جانیکی
مسکرا کر کہا کمبخت بڑا پاگل ہے

تم نہیں ہو تو مجھے خار ہے ایک ایک کلی
ہائے یہ پھولوں بھرا باغ ہے یا جنگل ہے

پھیلتا جاتا ہے کیوں حرص و ہوا میں دامن
یہ بھی کیا یار کی آنکھوں کا کوئی کاجل ہے

لڑکھڑاتا ہوا میں بزم میں آیا تو کہا
دیکھنا آج سواری یہ ہے یا پیدل ہے

عہد باندھا ہے محبّت کا بڑی مدت میں
دیکھنا توڑ نہ لینا یہ بھری کونپل ہے

داغ کے بعد نہیں لطف غزل کا شاعر
یوں تو کامل ہے کوئی اور کوئی اکمل ہے

کلامِ اکبر

پیشِ نظر صنم ہے بس عاشقی کا غم ہے　　دنیا کی فکر کم ہے اللہ کا کرم ہے
یہ گیسوئے معنبر یہ چشم سحر آگیں　　کیا پوچھتے ہو صاحب اندھیر ہے ستم ہے
سید کی روشنی کو اللہ رکھے قایم　　بتی بہت ہے موٹی روغن بہت ہی کم ہے
کیا خوب پڑھ رہے تھے مصرع یہ راجہ صاحب　　بھنڈار تو ہے خالی بھاری مگر بھرم ہے

چاہا جو میں نے انسے طریق عمل پہ واعظ　　بولے کہ نظم ذیل کو ارقام کیجیے
پیدا ہوئے ہیں ہند میں اس عہد میں جو آپ　　خالق کا شکر کیجیے آرام کیجیے
بے انتہا مفید ہیں یہ مغربی علوم　　تحصیل اُن کی بھی سحر و شام کیجیے
یورپ میں پھرکے پیرس و لندن کو دیکھئے　　تحقیق ملک کا شفق و شام کیجیے
ہو جائے طریقہ مغرب پہ مطمئن　　خاطر سے محو خطرہ ایام کیجیے
پیران بے فروغ کا گل ہو چکا چراغ　　ناحق نہ دلکو تابع اوہام کیجیے
رکھئے نہ دل دیر و کلیسا سے منحرف　　متروک قید جامہ و احرام کیجیے
الفاظ کفر فسق کو بس بھول جائے　　ہر ملت و طریق کا اکرام کیجیے
رہیے جہان میں دوست مشرب نیک نام　　ہندو مرید ہندؤں کو رام کیجیے
رکھئے نمود و شہرت و اعزاز پر نظر　　دولت کو صرف کیجئے اور نام کیجیے
سامان جمع کیجئے کوٹھی بنائیے　　باصد خلوص دعوت حکّام کیجیے
یاران ہم مذاق سے ہم بزم ہو جیے　　موقع ملے تو شغل مے جام کیجیے
چشم و لب بتان سے بھی غافل نہو جیے　　تکمیل شوق پستہ و بادام کیجیے

نظّارہ بُتاں سے تر و تازہ رکھئے آنکھ تفریح پارک میں سحر و شام کیجئے
مذہب کا نام لیجئے عامل نہ ہو جئے جو متفق نہ ہو اُسے بدنام کیجئے
طرزِ قدیم پر جو نظر آئیں مولوی پبلک میں اُنکو موردِ الزام کیجئے
زنجیرِ فقہ توڑئے کہکر خلافِ شرع مضمون لکھئے دعوئے الہام کیجئے
ممنوع ہے تعددِ ازدواج خاصکر یوں گھوم پھر کے تنقیہ عام کیجئے
قومی ترقیوں کے مشاغل بھی ہیں ضرور اس مد میں بھی ضرور کوئی کام کیجئے
لڑکے نہ ہوں تو ہو نہیں سکتی بہل پہل فکرِ بنائے وظیفہ و انعام کیجئے
تحصیلِ چندہ کیجئے لڑکوں کو بھیج کر سارا علاقہ ہند کا اب خام کیجئے
بے رونقی سے کاٹئے کیون اپنی عمر کو کیون انتظارِ گردشِ ایام کیجئے
جو چاہئے وہ کیجئے بس یہ ضرور ہے ہر انجمن میں دعوئے اسلام کیجئے

لیکن نہ بن پڑیں جو یہ باتیں حضور سے
مُردوں کے ساتھ قبروں میں آرام کیجئے

ایک اجل رسیدہ کی تمنّا

گُل بھی وہی ہیں موسمِ گل کی ہوا وہی ہے شاہدِ بہار کی دل کش ادا وہی
اٹکھیلیاں وہی ہیں نسیمِ بہار کی چلتی ہے جھُوم جھُوم کے بادِ صبا وہی
ہے جوشِ گُل وہی - وہی رندانِ بلانوش رم جھم برس رہی ہے چمن میں گھٹا وہی

بلبل ہے اب بھی شاخِ چمن پر ترانہ سنج
قمری کنارِ جو ہے ترنم سرا وہی

اب بھی وہی پپیہے کے نالوں میں ہے اثر
آواز پی کہاں کی ہے شورش فزا وہی

اُٹھتی جگر میں ہوک ہے کوئل کی کوک سے
نالے وہی ہیں درد بھری ہے صدا وہی

بگلوں کی ہے سفید وہی ابر میں قطار
اور کالی کالی بجلیوں والی گھٹا وہی

پہلے جو تھی وہی دلِ عاشق پہ چوٹ ہے
اب بھی ہے رنگِ نالۂ خونیں نوا وہی

اب بھی چکور کو ہے وہی حسرتِ وصال
اور ہے قمر کا عشوۂ ناآشنا وہی

اب بھی وہی حسینوں کے چوچلے ہیں باغ میں
ہیں سُرخ چندریاں وہی - رنگِ حنا وہی

غمازیاں وہی ہیں - نظر بازیاں وہی
نرگس کی اب بھی ہے نگہِ سرمہ سا وہی

قلمیں وہی چمن میں ہیں اب بھی گلاب کی
مہندی کی ٹہنیاں ہیں وہی - موتیا وہی

چمپا کی چمپئی ہے وہی آہ! اور ہیں
کلیوں کی سُرخ سُرخ رنگینی رسا وہی

اب بھی ہے اپنے رنگ میں دلکش ادائے گل
اب بھی ہے جوشِ خندۂ دنداں نما وہی

عاشق کی آنکھ اب بھی ہے خونابہ ریزِ غم
اور کشتِ زعفران ہے شبنم فزا وہی

دنیا وہی ہے اور وہی دنیا کے عیش ہیں
اب بھی وہی چمن ہے - چمن کی فضا وہی

محفل وہی ہے - غنچۂ احباب ہے وہی
مطرب وہی ہے - نغمۂ نے کی صدا وہی

دنیا کے ہیں جو عیش وہ کمبخت کم نہیں
حسرت یہ ہے لحد میں - کہ دنیا میں ہم نہیں

سرور رنجور جہان آبادی

"گُلشتیٔ ہالک"

سامنے آنکھوں کے دریا سبز لہراتا ہُوا
ناز سے جھونکا نسیمِ صبح کا آتا ہُوا۔

برف کی وردی میں لشکر ابر کا جاتا ہُوا
موسمِ گلہائے رنگیں دل کو تڑپاتا ہُوا

اپنے اپنے وقت پر ہر اک فنا ہو جائیگا
دیکھ لینا چار دن میں کیا سے کیا ہو جائیگا

پھر نہ بحرِ نیلگوں اس لطف سے لہرائیگا
نے کوئی جھونکا ہوا کا باغ میں لہرائیگا

ابر کا ٹکڑا نازک صورت نہ پھر دکھلائیگا
شیشۂ دل سنگِ ناکامی سے ٹکرائیگا

نام رہ جائیگا باقی بس خدائے پاک کا
نقش وہ مٹکر رہیگا جو بنا ہے خاک کا

جا چکی ہمسے ہمیشہ کے لئے فصلِ بہار
موت دروازہ پہ کرتی ہے ہمارا انتظار

چھوڑتے جاتے ہیں بزمِ عیش یارِ غمگسار
ہم کو بھی جانا پڑیگا ہو گی جب اپنی پکار

گردشِ چرخِ بریں نیچا ہمیں دکھلائیگی
مادرِ گیتی ہمیں آغوش میں بٹھلائیگی

جس جگہ احباب کی اپنے رسائی تک نہیں
بزمِ عشرت کی صدا جس گھر میں آئی تک نہیں

نغمۂ بلبل جہاں دیتا سنائی تک نہیں
بھول کر جسجا نسیمِ صبح آئی تک نہیں

ایسے ویران گھر میں ہم کو چھوڑ جاوینگے عزیز
بعد مردن ہم نہیں گو یار ہے اونکے عزیز

عالمِ پیری ہے چہرہ ہو گیا ہے زرد فام
دانت رخصت ہو گئے بازو نہیں دیتے ہیں کام

جسم ٹھنڈا ہو گیا ہے موت کا ہو بچا پیام
کوسِ رحلت بجگیا اپنا بھی یارو والسلام

مادرِ گیتی یونہی اکدن فنا ہو جائیگی
چار دن میں آب و تاب اس کی ہوا ہو جائیگی

ہم نہیں دنیا میں جب بادِ نسیم آیا کرے
موجِ بحرِ نیلگوں سر اپنا ٹکرایا کرے

صبحِ عشرت آسماں سے نور برسایا کرے
شامِ وصلت عاشقوں کو لطف دکھلایا کرے

ہم کو کافی ہے زمیں دو ہاتھ سونیکے لیئے
فرش خاک خوب ہے اپنے بچھونے کیلیئے

(از ٹینیسن)

اک صُبح کی عبادت گذار

ایک تصویر کو دیکھکر

واہ کیا صبح کا عالم ہے خدا کی قدرت — مُہر خاموشی بس اب توڑنے کو ہے خلقت
جھلملا کر وہ چھپے جاتے ہیں تارے دیکھو — پڑ گئی پھیکی وہ مہتاب کی گہری رنگت
بام دور سے وہ ہٹا رات کا پردہ کم کم — وہ جھلکنے کو ہے خورشید کی بانکی صورت
آشیانوں میں چہکنے لگے خوش لہجہ طیور — بے زبانوں کی زباں پر بھی ہے سیر وحدت
سنکھ پھکنے لگے بجنے لگے گھنٹے گھڑیال — اُٹھی ہر قوم عبادت کو بہ حسب عادت
بندھ گئیں لاکھوں صفیں اُنکی حضوری کیلیئے — وہ سنی جانے لگی بعد اذان قد قامت
مسلم و گبر و نصارا و چہ ترسا چہ یہود — پانی کی طرح سے ہر طرف ہیں ہیں مصروف ہات
ایسے عالم میں ہو اک معبد عالی کی نمود — سامنے میز کے استادہ ہو اک خوش قامت
میز کیا ہے کہ یہ اک رحل ہے قد آدم — ہے کھلی جسپہ کتاب ایک برائے قرأت
جو ورق پیش نظر ہیں وہ کھلے ہیں بالکل — باقی فیتے سے بندھے ہیں کہ نہو کچھ دقت
پڑھنے والی کا جو انداز ہے وہ کیونکہ دکھاؤں — سو قلم کی نہیں ہے اپنے قلم میں قدرت
دیکھنے والا ہے تو چشم تصور سے دیکھ — اس طرح کرتے ہیں خوش چشم خدا کی طاعت
بھولی بھولی سی ہے اک چینی کی مورت گویا — ہے فرشتہ کہ پری کہیئے کہ حور جنت
کسقدر کھلتا ہے اس جسم پہ گون سیاہ — سینے پر جھاگ سی جھالر وہ کفنوں کی حالت

گورا بھچرا سادہ چہرہ تو بھبوکا سے وہ گال — جیسے اک اور بھی معصوم پنے کی رنگت
کولوں تک آئے ہوئے اُس کے سنہری وہ بال — مانگ ہے یا کہ نشانے یہ بیاض قدرت
پتلیاں اُٹھی ہوئی دھیان میں اوپر کی طرف — چلیں نیلم کی، یہ دو تیتریاں توڑ کے چھت
یہ دہن چہرے یہ ہے یا کوئی سربستہ کلی — پھول کا بوجھ اُٹھا لے نہیں اتنا بھی سکت
لعل رنگین کا دو ٹکڑا کہئے ان ہونٹوں کو — اب کھُلی بات کسی طرح ذرا ہو حرکت
جیسے بلور چمکتا ہوا ایسی ٹھوڑی — لمبی گردن سے صراحی کے گلے کو خجلت
چاند سا سینہ۔ بھرا جسم جوانی کا یہ جوش — لطف آجائے اگر جھومے یہ سرو قامت
وہاں اسوقت ہی معبود کی طاعت کا دھیان — بات کرنیکے اشارے نہ زبان میں قدرت
کہنیاں ہاتھوں کی بس رحل کے اوپر ہیں ٹکی — اُنگلیاں جنکی کہ پیوستہ ہوئی ہیں اُٹ گت
ایسی صورت پہ بھی خالق کو نہ رحم آئیگا — ایسے بندے پہ بھی کیونکر نہ کریگا رحمت

باش اے شاعر گستاخ کجا میرانی
آسمانے بہ زمین است کہ زیر قدمت

گیہوں

اے مخزن جود و لطف و اکرام — اے مونس اہل درد و آلام
اے روح و روانِ قلبِ آدم — اے ساکن فرش ارض اعظم
اے صورتِ نازِ آفرینش — اے طرح نیاز آفرینش
سنئے میری سرگذشت کیا ہے — روداد ریاض و دشت کیا ہے
مَیں کون تھا ہوں کہاں سے آیا — کیونکر مجھے آب و دانہ لایا

افسانۂ گلشن ارم تھا
دُر دانۂ معدنِ کرم تھا

تھا قدرت قادر توانا
تھا جس میں اپنی مغز دانا

اللہ اللہ گندمی رنگ
سوتا بھی تھا میرے آگے پانگ

کہلتا ہُوا رنگ زعفرانی
اُٹھتی ہوئی وہ میری جوانی

کوثر تھا مری زمین پہ بہتا
آرام سے تھا ارم میں رہتا

پانی تھا تہ زمیں سے کھینچا
نیچر نے تھا مجھ کو آپ سینچا

پر ویں کا جواب بالی بالی
نسرین کے مثال ڈالی ڈالی

ڈالی مری رشک ساعد حُور
بالی مری جیسے شاخ بلور

تھا خُلد میں ہر طرف فسانہ
انجم کا جواب دانہ دانہ

تھا وستِ نسیم مہد جنباں
گلریز بہار میرا دامان

آدم مرے گوشہ گیر گلشن
حوّا مری خوشہ چینِ خرمن

سانچے میں ڈھلا ہوا بدن تھا
ہر وقت ہنسی سے خندہ زن تھا

باطن مرا روشنی سے پر نُور
ہو میدۂ صبح دیکھ کافور

دُر دانۂ معدنِ زمین تھا
داناؤں کا یار ہمنشیں تھا

وہ نشو و نما کا میرے عالم
وہ لب میرے رشکِ ابن مریم

شاخیں مری سجدہ ریز یاری
جاگیر ارم تھی تا نکاری

سکّانِ ارم بحسب عادت
پاتے تھے مری ہوا سے طاقت

آدم نے مجھے جو منہہ لگایا
جھوٹا ہوا میں نے پھل یہ پایا

خالق نے مجھے زمیں پہ ڈالا
فردوس سے میں گیا نکالا

آدم نے کیا خراب مجھ کو
جنت نے دیا جواب مجھ کو

اس پر بھی نہ اُن کو رحم آیا
پھر خاک میں سر بسر ملایا

پہلے مری قبر کرکے تیار — گاڑا مجھے آہ اس میں یکبار

قربان جناب کبریا کے — پھر اس نے کھڑا کیا جلا کے

پھر خضر کی شکل میں اٹھایا — پھر خلعت سبز میں نے پایا

کھانا ملا سفرۂ زمین سے — چاہا جو ملا مجھے وہیں سے

آیا وہیں آسماں سے پانی — لا کے خوشبو ہوا سہانی

پھر مجھ پہ نیا شباب آیا — کھویا ہوا رنگ روپ پایا

پھر سنبلہ بن کے گورشہ ہوا — عالم کے لئے ہوئے گہربار

پایا جو سبھوں نے مجھ کو خوشحال — پھر ہو کے میرے جی کے جنجال

خوشیاں لگے کرنے ابن آدم — جلسے لگے ہونے شب کو پیہم

سب ملکے لگے بہار گانے — سر پر لگے ڈھولکیں بجانے

جلسے رہے ایک ماہ سب کے — متوالے رہے وہ روز و شب کے

آخر مجھے کاٹ کر گرایا — جڑ پیڑ سے کر دیا صفایا

برباد کیا مجھے سراپا — تنکا بھی نہ میرے پاس چھوڑا

چھاتی پہ چلائے بیل ہیکر — کوٹا مجھے اٹھتے ہی سویرے

پھر بیچ دیا مجھے ٹکے سیر — روز روشن کے ہیں یہ اندھیر

تا جاؤں نہ میں نکل کے باہر — پہرے بیٹھے قدم قدم پر

یہ حکم محافظوں نے پائے — چڑیا بھی نہ ڈر کے مجھ تک آئے

پھر دخمہ تہ زمیں بنایا — اس میں مجھے سربسر چھپایا

گرمی سے تھا زرد رنگ میرا — تھا دم بھی وہاں بتنگ میرا

گھٹ گھٹ کے رہا وہاں کئی ماہ — پائی نہ کہیں نکلنے کی راہ

کچھ لوگوں نے کی تلاش میری — تب نکلی وہاں سے لاش میری

دخمہ تھا بلیک ہول مجھ کو — تھا تیرۂ و تار سر بسر جو
پھر چکی میں مجھ کو پیس ڈالا — ہر اک نے غبار یوں نکالا

القصہ ہے میری ساری روداد
افسانۂ جورِ آدمی زاد

سید امجد علی اشہری

آزادگی

کیوں مشتِ خاک پر کوئی دل داغدار ہو — مر کر بھی یہ ہوس کہ ہمارا مزار ہو
ہو کر جو ذرہ ذرہ عناصر میں جائے مل — یکساں ہے گردِ راہ بنے یا غبار ہو
کیوں بیٹھے گرد آئینۂ دل پہ مثلِ زنگ — کیوں ذرہ ہائے خاک سے دل سنگسار ہو
آواز کی طرح جو جہاں سے نکل گیا — پتھر کی طرح سینے پہ پھر کیوں وہ بار ہو
اللہ رے خودی کہ رہے جبتک اپنا نام — کوئی تو غمزدوں میں بھی اپنی شمار ہو

انساں کو بے ثباتی پہ بھی اپنی ناز ہے — نقش قدم کی طرح یہ کیوں خاکسار ہو
گھوڑے اڑا رہے کیوں نہ وہ سرپٹ غرور کے — مر کر بھی جسکی روح ہوا پر سوار ہو

اس بوالہوس کی موت کے قربان جائیے — جو پھر دوبارہ جینے کا امیدوار ہو
لہروں میں ڈوب کر نکلا پھر کیونکر ہے وہ شوق — اک بار غرق ہو کے جو دریا کے پار ہو
ہستی کا طوق تو ہے قیامت لپس وفات — یارب کہیں یہ میرے گلے کا نہ ہار ہو

کملانا ہی تھا پھول کو کملا نہ عندلیب کیوں داغ دل سے سینہ ترا لالہ زار ہو
یکساں ہیں ہمتوں کے لئے انبساط و غم باغ جہاں میں آئے خزاں یا بہار ہو
دونوں کی شکل نقطۂ موہوم ہے بساط عشرت میں خوش ہو غم میں کوئی بیقرار ہو

اے مادر شفیق قضا کا لگے جو تیر مرگ جوان کے غم سے نہ تو دل فگار ہو
اس صید گاہ میں وہی نکلیگا بچکے صاف جو صید سب سے پہلے اجل کا شکار ہو
جانبر نہ ہو گا کوئی بھی تیغ فنا سے یہاں گو لاکھ سخت جاں ہو توانا ہزار ہو
بڑھ جائے غم کا سلسلہ کہسار کیطرح طولانی گر یہ زندگئی مستعار ہو

دنیا مقام رہنے کے قابل تو ہے اگر بیگانہ ہو نہ اپنا عدو ہو نہ یار ہو
گل ہو نہ برگ خشک ہو بلبل ہو اور نہ زاغ غم کی خزاں نہ ہو نہ خوشی کی بہار ہو
جوہر نہ ہو نہ عرض نہ کل ہو نہ جزو و کل کون و مکاں نہ ہو نہ یہ لیل و نہار ہو
حد ہو نہ جسم کی نہ کوئی روح کی ہو قید مجبور ہو نہ کوئی نہ با اختیار ہو
آزاد بندشوں سے ہو آلائشوں سے پاک بندہ بھی پھر تو بندۂ پروردگار ہو
ہو کا ہو عالم اور نہ ہو کچھ سوائے نور اور تیر نکلے وہ میرے سینے کے پار ہو

اے ہستی سختیاں تری کب تک سہے بشر میں بیٹ دوں تجھے جو میرا اختیار ہو
کیوں غم کا ڈر خوشی سے ہماکیوں لگاؤ تم ہاں یہ بھی نذر عالم ناپائدار ہو

رکھتی ہے اپنا لطف ہر اک طرز کیفیت غم کا نشہ ہو یا کہ خوشی کا خمار ہو
کیا لطف دید گل ہو تو ہی کہدے ہے صفیر گلزار میں خزاں جو نہ بعد از بہار ہو

ہے رہنمائے خلق عمل جسکے نیک ہیں
کافر ہو وہ عقیدہ میں یا دیندار ہو

میخانہ ایسا چاہیئے ہم مشربو جہاں
کوئی نہ مست ہو نہ کوئی ہوشیار ہو

پیمانہ شکستہ کے ٹکڑے ہوں منتشر
مئے ہو نہ ساقی ہو نہ کوئی بادہ خوار ہو

پیر مغاں کے گرد ہو اک انجمن لگی
عقل جواں بھی جان سے جس پر نثار ہو

اک سوز شعلے کی طرح ایسا بھڑک اُٹھے
جس سے کہ دل میں آنکھ میں سر میں خمار ہو

روشن ہو نور سینے میں اِک شمع کی طرح
قربان اُس پہ دل میرا پروانہ وار ہو

ہاں کہد صاف صاف ہمایوں جو دل میں ہے
ہونٹوں میں بڑبڑاتے یہ کیا بار بار ہو

(محمد شاہدین)

ہندو مسلمانوں کا اتفاق

ملینگے ہندو مسلماں اگر نہ مشفق من
رہیگی باقی جو ان دونوں قوموں میں اَن بَن

نفاق و بغض و عداوت کا زور ہے جو یہی
ہے ایک دوسرے کا گر اسیطرح دشمن

نہونگے صاف کدورت سے دل اگر انکے
اگر پڑھینگے نہ یہ اتفاق کی سمرن

فلاح ہند کی ممکن نہیں ہے سن رکھو
ہزار بات کی اک بات ہے یہ صاحب من

نہیں جو دونوں میں مضبوط رشتہ اُلفت
تو سمجھو قومی ترقی کو مشکل اور کٹھن

رہیگی دونوں کی کوشش اگر نہ شامل حال
نہو گا نام کبھی اپنے ملک کا روشن

کرینگے دونوں جو ملکر نہ اُس کی رکھوالی
تو نذر باد خزاں ہو گا قوم کا گلشن

اگر نہ دونوں ملینگے مثال شیر و شکر
بنیگی کس طرح ہندوستان میں نیشن[۱]

نہ ہوگی قایم اگر نیشنالیٹی[۲] باہم
عروج پائیگا ہرگز کبھی نہ اپنا وطن

[۱] قوم [۲] قومیت۔

مخالفت کا جو اُٹھتا رہا یہی طوفان ۔۔۔ تو جانو کام بگڑتے رہینگے سب بن بن
جو آئین ہوگا خیالِ مغائرت قایم ۔۔۔ تو سمجھو مُلک کی بربادی کے ہیں یہ لچھن
دھیان مُلک کا بھی ساکنانِ ہند ذرا! ۔۔۔ خیال ملک کا بھی اے برادرانِ وطن!
وہ مُلک کون ؟ جہاں مِن کبھی برستا تھا ۔۔۔ وہ ملک ؟ جو دولت کا تھا کبھی معدن
وہ مُلک جسمیں تھا ہر شخص شاد و مسرور ۔۔۔ جہاں پھٹکنے نہ پاتے تھے درد و رنج و محن
وہ مُلک منبع فضل و کمال تھا جو کبھی ۔۔۔ جہاں کا طفل بھی کہلاتا تھا وحیدِ زمن
وہ ملک جسمیں تھے خسرو سے شاعر یکتا ۔۔۔ وہ ملک جو تھا کبھی والمیک کا مسکن
وہ ملک جسمیں جہالت کی اب ہی چھائی گھٹا ۔۔۔ تمام علم و ہنر کا تھا ایک دن مخزن
تباہ قوم ہے ساری جگہ ہے عبرت کی ۔۔۔ تمہاری نکبت و عسرت پہ ہنستے ہیں دشمن
خبر نہیں ہے تمہیں کچھ بھی غافلو اسکی ۔۔۔ کہ شاہراہِ ترقی کے ہو تمہیں رہزن
تم اپنے ہاتھوں سے پہونچے ہو اس فلاکت کو ۔۔۔ فضول مورِدِ الزام ہے یہ چرخِ کہن
عبث ہو اپنے مقدر کے راتدن شاکی ۔۔۔ عبث ہے زاری و فریاد و نالۂ شیون
نہیں بگاڑا ہے کچھ بھی تمہارا قسمت نے ۔۔۔ نہیں زمانے کی تمسے پھری ہوئی چتون
تم آج چاہو تو کلفت تمام مٹ جاوے ۔۔۔ درست آج ہی ہوجائے حالِ زار وطن
علاج جانتے ہو اس مرض کا تم خود ہی ۔۔۔ تمہارے پاس ہے اس درد کی دوا در من
مصیبتیں ہیں یہ ساری نفاق کے باعث ۔۔۔ تمام آفتیں ہیں یہ نفاق کے کارن
فلاح ملک کی اپنے تمہیں جو ہے منظور ۔۔۔ تو چھوڑنا نہ کبھی اتفاق کا دامن
ہے اتفاق ہی گر قوم کی ترقی کا ۔۔۔ نہیں ہے اس میں کسی کو ذرا مجالِ سخن
خدا کرے رہیں مِل جُل کے ہندو و مُسلم ۔۔۔ قبائے الفتِ صادق ہو اُن کے زیبِ بدن

عناد و بغض و عداوت یہ بھیجکر لعنت
مثالِ شیر و شکر دو سے ایک جائیں بن

غزلِ اقبال

ہمارے مکرم منشی درگا سہائے صاحب سرور جہان آبادی کی تحریک بے سود نہ ثابت ہوئی۔ آخر شیخ محمد اقبال صاحب سے ایک غزل لکھوا کے ہی رہی۔ شیخ صاحب لکھتے ہیں "گو مصروفیت کا ابھی وہی عالم ہے لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ حضرت سرور جنہوں نے میری خاموشی کو توڑنا چاہا ہے کہیں ناراض نہ ہو جائیں اسلئے انکی نظم کے شکریہ میں سر دست یہ غزل بھیجتا ہوں امید ہو کہ عنقریب کچھ اور بھی بھیجونگا"۔

چمک تیری عیاں بجلی میں آتش میں شرارے میں
جھلک تیری ہویدا چاند میں سورج میں تارے میں

بلندی آسمانوں میں زمینوں میں تری پستی
روانی بحر میں افتادگی تیری کنارے میں

جو نکلا نالہ بنکر غنچۂ منقارِ بلبل سے
وہی نگہت چمن سے اُڑ کے جا چمکی ستارے میں

مرے پہلو میں دل ہے یا کوئی آئینہ جادو کا
تری صورت نظر آئی مجھے اپنے نظارے میں

اُتارا میں نے زنجیرِ رسومِ اہلِ ظاہر کو
ملا وہ لطف آزادی مجھے تیرے سہارے میں

شریعت کیوں گریباں گیر ہو ذوقِ تکلم کی
چھپا جاتا ہوں اپنے دل کا مطلب استعارے میں

جو ہے بیدار انساں میں وہ گہری نیند سوتا ہے
شجر میں پھول میں حیواں میں پتھر میں ستارے میں

مجھے پھونکا ہے سوزِ قطرۂ اشکِ محبت نے
غضب کی آگ تھی پانی کے چھوٹے سے شرارے میں

نہیں جنسِ ثوابِ آخرت کی آرزو مجھ کو
وہ سوداگر ہوں میں نے نفع دیکھا ہو خسارے میں

نہاں تھا تو تو روشن تھا چراغ زندگی میرا
مگر موجِ نفس پوشیدہ تھی تیرے نظارے میں

سکوں ناآشنا رہنا اسے سامانِ ہستی ہے
تڑپ کس دل کی یا رب چھپ کے آ بیٹھی ہے پارے میں

صدائے لن ترانی سن کے اے اقبال میں چپ ہوں
تقاضوں کی کہاں طاقت ہے مجھ فرقت کے مارے میں

رُباعی

پتھر ہے اگر علم سے بیگانہ ہے
بے عقل ہے بیہوش ہے دیوانہ ہے

کیا لہو و لعب میں آبرو پائے گا
نادان چھلکنے کو یہ پیمانہ ہے

مخزن پبلشنگ ایجنسی

نے اپنے معاونین کی اعانت پر بھروسہ کر کے یہ ارادہ مصمم کر لیا ہے کہ عمدہ اور مفید کتابوں کی اشاعت کا معقول بندوبست کیا جائے اور آج اس اعلان کے ذریعہ سے روشن دنیا کے سامنے قدردانی کے لیے حاضر ہوتی ہے +

اس ایجنسی کی کتابیں یا علمی اشیاء کے ذخیرے حتی الوسع کم قیمت پر ایک خاص عمدگی اور نفاست سے چھپے ہوئے اردو زبان میں بہترین اضافہ ثابت ہونگے ضرر رسان ناولوں اور گندے خیالات کی اشاعت کی طرح یہ ایجنسی اپنی کتابوں کی فرضی قیمت نہیں قایم کریگی بلکہ لاگت کا خیال رکھکر ہر خریدار کی جیب کو نامناسب نقصان نہ دیکر یہ اس کی الماری اس کی میز اس مطالعہ کے کمرے میں اپنی ایک خوشنما یادگار بھی ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیگی +

اپنے ہاں کی کتابوں کے علاوہ دیگر مطابع کی بھی اُن کتابوں کی فہرست یہ ایجنسی شایع کریگی جو مفید اور نادر ہونگی۔ اگر ہمارے معاونین نے ہماری ہمت افزائی فرمائی تو وہ خود دیکھ لینگے کہ یہ ایجنسی کہاں تک اُنکی امیدوں کو پورا کر سکیگی۔

بالفعل گو ناول سیریز ہی کو چھیڑا گیا ہے لیکن آیندہ مخزن ایجنسی وہ مقتدر کام بھی کر سکیگی جس کی اس سے اُمید کی جانی چاہیئے چونکہ ردی تالیفات یا وقت ضایع کرنے والی تصنیفات کی یہ ایجنسی روادار نہیں اس لئے اپنے نئے کام کی ابتداء ایک نئی بالکل نئی روشنی کے ناول سے شروع کرتی ہے +

خوابِ ہستی

یہ ایک عدیم المثال ناول مخزن ایجنسی کا سب سے پہلا مفید زمانہ اور

ہر جملہ کتب مخزن ایجنسی لاہور سے بذریعہ وی پی منگوائیے۔

اور بجنل اور ریالسٹک ناول ہے جس کو پروفیسر میرزا محمد سعید صاحب ایم اے دہلوی ایم آے آر کالج علیگڈھ نے اپنے عالمانہ خیالات سے بالکل انگریزی طرز پر ڈھالا ہے۔ لائق مصنف نے اس میں ملک اور ابنائے ملک کو دکھا دیا ہے کہ وقت۔ اس کی ضرورت اس کے تاثرات اور نئی تحقیق کی جھلکیاں اک فسانے کے رنگ میں کس کس طرح دکھائی جاسکتی ہیں۔ یہ ایک علمی ناول ہے اور عام بازاری ناولوں سے بالکل مختلف۔ یہ اپنی شان اور اپنی وضع کا بالکل نرالا ناول نہیں نہیں بلکہ سب سے پہلا باتصویر ناول واقعی شائقین کے دیکھنے دکھانے کے قابل ہے۔ اس کی نادر اور دلکش ہاف ٹون تصاویر جنہیں جگہ جگہ فسانے سے تعلق ہے انگریزی ناولوں کی طرح شامل کردی گئی ہیں۔ حجم ڈھائی سو صفحے سے زیادہ ہے اور قیمت بہمہ اوصاف صرف عہ علاوہ محصول ڈاک شائقین جلد منگوائیں۔ کیونکہ کتابیں زیادہ نہیں چھاپی گئیں +

کلام نیرنگ

سید غلام بھیک بی آے نیرنگ کا تمام کلام جو مخزن میں چھپتا رہا ہے اس کو جمع کرکے نہایت خوشنما ایڈیشن چھاپ دیا ہے۔ اس مجموعے میں مفصلہ ذیل نظموں کے علاوہ اور بہت سی غزلیات ہیں۔ مرجھایا ہوا پھول۔ خواب یتیم۔ راحت یاس۔ ایک آنسو سے دو دو باتیں۔ خواب ناز حسن و عشق کیسا دھیان۔ بادل راہ سے شاعر کی فریاد۔ نیرنگ شفق۔ راگ خار۔ انجام محبت۔ کوہستان کا نظارہ۔ سودائے خام۔ تلاش محبت۔ بھوراجان شیریں وغیرہ وغیرہ نہایت دلچسپ معنی خیز نظمیں ہیں۔ قیمت ۶ر

شمس العلما پروفیسر محمد حسین آزاد دہلوی کی زیارت

کا بھلا کون شخص مشتاق نہ ہو گا۔ خصوصاً جبکہ رسالہ مخزن نے بکوشش تمام برسوں کے بعد ان کے رشحات قلم سے قدردانوں کی دیرینہ آرزو کو پورا کیا ہے اور اب ان تمام خطوط کو جو مخزن کی پچھلی جلدیں میں نکل چکے ہیں ایک خوشنما کتاب کی صورت میں جمع کر دیا ہے۔ اس مجموعے کی

تصویر کا حجاب

ایک نہایت شاندار سرورق ہے جس کے پردے میں وہ یادگار زمانہ نثر اردو کا شہنشاہ اور علمی ذخائر کو عام نگاہوں تک پہونچانے زبردست انشا پرداز مولینا آزادی زمانہ اور اہل زمانہ سے چھپکر جا بیٹھا ہے یہ اصل فوٹو جس کے لئے ملک میں بہت سے شائقین کی نگاہیں ترس رہی تھیں بڑی کوشش اور تلاش سے بہم پہونچایا گیا ہے۔

اس مجموعہ کی قیمت معہ تصویر صرف ۱۰/ ہے جلد طلب فرمائیے تصویریں تھوڑی ہیں +

سگھڑ بیٹی مصنفہ محمدی بیگم صاحبہ کنواری بچیوں کی سہیلی رفیق عروس اور سگھڑ بیٹی دو بہنوں کی جوڑی ہے وہ بیاہی ہوئی لڑکی کے لئے ہے تو یہ کنواری لڑکیوں کے لئے ہے۔ کنواری لڑکیوں کے لئے یہ کتاب بہت مفید ہے۔ علاوہ ازیں کپڑے نئے ان کے استعمال چھوٹی پتر کھیل کود پڑھنے لکھنے کے متعلق سبق آموز باتیں لکھی ہیں۔ یہ ایسی تصنیف ہے کہ ہر لڑکی کو پڑھنی چاہیے۔ قیمت ۸ عہ

معتقدین اردو شیخ عبد القادر بی اے نے ہندوستان کے زندہ مصنفین اردو زبان کی سوانح عمری انگریزی زبان میں لکھی ہے اور ہر ایک مصنّف کے حالات نہایت تدقیق سے جمع کئے ہیں یعنی مولوی الطاف حسین صاحب حالی مولوی محمد حسین صاحب آزاد مولوی عبد الحلیم صاحب شرر۔ پنڈت رتن ناتھ صاحب سرشار مولوی حافظ نذیر احمد صاحب دہلوی اور ہر ایک صاحب کی تصنیف پر ریویو کیا ہے۔ کتاب بلحاظ اپنی دلچسپی اور خوبی کے نہایت ہی دلچسپ ہے۔ قیمت بجائے ایک روپے کے اب بارہ آنہ کردی ہے +

دربار نمبر جو دسمبر ۱۹۰۲ء میں شایع ہوا تھا۔ اس کے مضامین بجاے ۵۶ کے ۹۰ صفحہ پر آئے تھے اور انہیں پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا گیا تھا اس کی کچھ زاید کاپیاں رکھی ہیں جن حضرات کو شوق ہو۔ جلد طلب فرمائیں اس میں کئی نظمیں مستقل قدر کے قابل ہیں +

قیمت ۶ر

علاوہ محصول ڈاک۔

مجموعہ نظم آزاد

شمس العلماء مولوی محمد حسین آزاد کی بے مثل مثنویوں اور بعض مشہور نظموں کا مجموعہ جن سے جدید شاعری کا آغاز ہوا۔ اس مجموعے میں بہت سی نظمیں ہیں اور سب دیکھنے کے قابل ہیں مولینا آزاد اور پھر اُن کا کلام زیادہ تعریف کا محتاج نہیں۔ منگوا کر دیکھیے

قیمت ۱۰/ر

مکاشفات آزاد

- پروفیسر محمد حسین آزاد کے عالمانہ خیالات کی افسوسناک الجھن سمجھیے یا عجائبات جنون

مولینا کے عالم جنون کی تصنیف بھی دلچسپی سے خالی نہیں عجیب رنگ میں یہ کتاب لکھی ہے۔ کیونہ ہو مولینا آزاد کا کلام ہے۔ قیمت صرف ۸/ر

عذرا

- رائڈر ہیگرڈ انگلستان کے مشہور ناولسٹ کے ناول "شی" کا ترجمہ نہائیت سلیس اردو میں کیا گیا ہے۔ اس ناول کے مطالعہ سے آپ کے معلومات بہت وسیع ہو جاینگے اور مصر کے عجیب و غریب حالات جو اس سے پہلے آپ کے ملاحظہ سے نہیں گذرے اس میں آپ کو ملیں گے اور پھر ایسا دلچسپ ہے کہ بغیر ختم کئے آپ اسے نہیں چھوڑ سکتے۔ حجم ۲۹۲ صفحہ قیمت عہ

حقوق نسواں

اس کتاب میں جو مولوی سید ممتاز علی صاحب کی تصنیف سے قرآن مجید حدیث فقہ اور دین کی اور کتابیں سندیں دیکر عورتوں کے حقوق بڑے زور شور سے ثابت کئے ہیں۔ اور مردوں میں جو یہ بات مشہور ہے کہ عورتیں ناقص العقل اور ناقص الدین اور ناقابل اعتبار ہیں ان سب باتوں کا پورا جواب دیا ہے۔ عورتوں کو کہاں تک تعلیم دینی چاہئے۔ قدیم الایام میں پردے کا کیا دستور تھا

عورتوں کے لباس میں کیا کیا اُمور اصلاح طلب ہیں کن کن باتوں سے بیویوں اور خاوندوں کے درمیان نااتفاقی پیدا ہوتی ہے اور ان نااتفاقیوں کے دُور کرنے کا کیا علاج ہے۔ ان سب باتوں کو پورے طور پر بیان کیا ہے جس شخص کو اپنی والدہ بہنیں۔ بیوی اور عورتوں کے حقوق معلوم کرنے اور اُن کے ادا کرنے کا خیال ہوا سے ضرور اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

قیمت ۱۲ر

طبیب نسواں

یہ کتاب ایک بڑے مستند ڈاکٹر کی تصنیف سے اخذ کر کے مرتب کیگئی ہے اس کتاب کے لکھنے سے غرض ہے کہ ہماری بے احتیاطیوں اور ناتجربہ کاریوں سے جو بہتیرے بھولے بچے مرجھا کر رہ جاتے ہیں یا شیرخوار بچوں کی مائیں ہلاک ہوجاتی ہیں اسکے مطالعہ سے ان بچوں کی ماؤں کو ایسے نقصان نہ پہونچیں عورتوں کے تمام امراض کا ذکر اس کتاب میں ہے اور مستورات خود اپنا علاج کر سکتی ہیں۔ عبارت ایسی آسان ہے کہ ہر عورت پڑھ سکتی ہے۔ ہر مرد اور ہر عورت کے لئے مطالعہ ضروری ہے۔

قیمت ۱۰ر

ہادی النسا

مصنفہ مولوی سید احمد صاحب مصنف فرہنگ آصفیہ اس کتاب میں دہلی کی مستورات کی خط و کتابت کے اعلےٰ درجے کے نمونے درج ہیں بظاہر یہ خطوط ہیں مگر اس میں خانہ داری کے کل معاملات رسم و رواج لوریاں گیت غرض زنانہ زندگی کے تمام پہلو دلچسپی کے ساتھ دکھائے گئے ہیں۔ قیمت ۹ر

علم الاقتصاد

(یعنی سیاست مدن)

مصنفہ شیخ محمد اقبال ایم۔ اے اسسٹنٹ پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور

یہ قابل قدر کتاب شیخ صاحب نے جس عرق ریزی سے لکھی ہے اور جس محنت سے اُنھوں نے علم الاقتصاد کے دقیق اصول کو واضح کیا ہے اس کا اندازہ صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کو علمی کتابوں کے پڑھنے کا اتفاق ہوتا رہتا ہے توضیح اصول کے ساتھ مصنف نے ہندوستان کے موجودہ تمدنی اخلاقی اور اقتصادی حالات کی طرف لطیف اشارات کئے ہیں جن سے پڑھنے والے کی نظر وسیع ہوتی ہے اور اُس کو مسائل اقتصادیہ پر آزادانہ طور پر غور و فکر کرنے کی تحریک ہوتی ہے زر نقد کی ماہیت پر جو کچھ لکھا ہے ایک خاص منطقیانہ دلچسپی رکھتا ہے جس سے ایک عقلی مسرت حاصل ہونے کے علاوہ بعض اہم مسائل پر عجیب قسم کی روشنی پڑتی ہے ہم امید کرتے ہیں کہ اردو لٹریچر کا یہ قابل قدر اضافہ وقعت کی نگاہ سے دیکھا جائے گا اور اُس کے مسائل پر کماحقہ غور کیا جائیگا کیونکہ ہندوستان کی آئندہ قسمت کا دارومدار زیادہ تر اس ملک کے موجودہ اقتصادی حالات پر منحصر ہے اب وقت اس بات کا مقتضی ہے کہ پبلک کم وزنی لٹریچر سے دست بردار ہو کر ان کتابوں کی طرف توجہ کرے جن کا موضوع انسان کی عملی زندگی اور اس کے تمدنی حالات پر غور کرنا ہے اس کتاب کی قیمت صرف ایک روپیہ (عہ) ہے۔ علاوہ محصول ڈاک ٭

انتخاب مخزن یعنی **مخزن** کی گذشتہ نو جلدوں میں سے تمام عمدہ مضامین اور نظموں کے انتخاب کا مجموعہ جن شائقین کو مخزن کے پہلے نمبر دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا ان کے لئے یہ کتاب بہت ضروری ہے مختصراً یہ نادر کتاب بعض یگانہ روزگار مشہور اہل قلم اور شعرا اور اعلےٰ تعلیم یافتہ نوجوانوں کے مغربی مشرقی خیالات کا لب لباب ہے اس مجموعے کے ساتھ انجمن اردو کے اراکین عالیجناب ڈاکٹر نذیر احمد شمس العلما مولینا شبلی مولینا حالی نواب محسن الملک نواب وقار الملک اور مسٹر آرنلڈ کی ولائتی چھپی ہوئی تصویریں ہیں اس انمول کتاب کی قیمت صرف عہ ہے لیکن مخزن کے خریداروں سے صرف ۸؍ علاوہ محصول ڈاک۔

رفیق عروس مصنفہ محمدی بیگم صاحبہ ایڈیٹر تہذیب نسواں یعنی نئی دلہن کی سہیلی جو خوشی کے وقت ہم عمر ہجولیوں کی طرح ہنسی خوشی میں شریک اور دکھ درد کے وقت دردمند بہین کی طرح مصیبت کی رفیق ہوتی ہے۔ ناتجربہ کاری میں پیاری ماں کی سی بزرگانہ نصیحتیں اور زمانہ کا اونچ نیچ سکھاتی ہے یہ تیسری مرتبہ چھپی ہے اور کئی مضمون ایزاد کئے گئے ہیں۔قیمت .... ۱۱؍

نعمت خانہ یعنی ہندوستانی کھانوں کی سب سے اچھی کتاب۔اس سے پیشتر جس قدر کتابیں اس قسم کی چھپ چکی ہیں ان سب سے اچھی ہے اور ہر گھر میں اس کا موجود رہنا ضروری ہے۔

یہ کتاب لڑکیوں کو امور خانہ داری کی طرف مایل کرنے کے لئے بہت مفید ہے سب قسم کے کھانوں کی ترکیبیں اس میں درج ہیں حجم دو سو صفحہ

سرسید مرحوم

نے

ہی ہندوستان میں زیادہ تر ترکی ٹوپی کو رواج دیا تھا

بلکہ

یہ کہنا چاہیے کہ سرسید ہی اس کا موجد تھا۔ اور ان ٹوپیوں میں بھی اس نے ایک خاص فیشن ایجاد کیا تھا۔ اس قسم کی ٹوپیاں سرسید کے زمانہ میں تھوڑی سی آئی تھیں۔ جو ہاتھوں ہاتھ بک گئیں۔ اس کے بعد نہ ویسی ٹوپیاں آئیں اور نہ کسی نے شوق سے انہیں اوڑھا۔

ویسے ضرورت پوری کرنے کیلئے

بازار میں جیسی بھی میسر آئیں لوگ اوڑھتے رہے

اب ہم نے

خاص طور پر اصل فیشن کے مطابق

سرسید پیٹنٹ ۔ کرسٹی کی ساخت

ہر رنگ اور ہر قسم کی لنڈن سے منگوائی ہیں

ان میں یہ خوبی ہے

کہ دیرپا ہونے کے علاوہ۔ فیشن کے مطابق

اور زیادہ خوبصورت

قیمت علاوہ محصولڈاک صرف للعہ

ان کے علاوہ اور سب قسم کی ٹوپیاں موجود ہیں۔

عبد الرشید برادر مرچنٹ و جنرل سپلائیر انارکلی لاہور

بال اُڑانے کا اصلی صابون

یوں تو ہر ایک شخص بڑے دعوے سے اپنی چیز پبلک کے روبرو پیش کرتا ہے۔ مگر اصل و نقل میں تمیز کرنا پبلک پر فرض ہے۔ نقالوں کے مبالغہ آمیز اشتہارات پر نہ جایئے۔ تجربہ سب سے زبردست شہادت ہے ہم دعوے سے کہتے ہیں۔ ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ ہمارا ہی ایسا صابون ہے جو آناً فاناً بال اڑا دیتا ہے۔ گویا ادھر صابون لگایا اُدھر بال اُڑ گئے۔ آدمی حیران رہ جاتا ہے کہ یہ کیا جادو ہے۔ یہ صابن جوں جوں استعمال ہوتا رہیگا اس میں بال اڑ جانے کا اثر بھی تیز ہوتا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہر طرف اسکی شہرت ہے۔ ہمارے صابن کی ٹکیہ انگریزی صابن کی مانند خوبصورت ہے اور اسپر انگریزی حروف میں ہمارا نام کندہ ہے اور بکس پر ہماری تصویر چسپاں ہے بغیر اسکے ہم شکایت کے ذمہ وار نہیں۔ یہ صابون بال اڑانے کے علاوہ خوشبو میں اعلےٰ بے نظیر ہے۔ آپ بطور نمونہ صرف ایک ٹکیہ منگوا کر دیکھیں۔ اگر عمر بھر کے لئے گرویدہ نہ ہو جاویں تو ہمارا ذمہ۔ غرضیکہ یہ حیرت انگیز بال اڑانے کا صابن ہے جو اپنا جادو اثر کرشمہ رکھلانے کی بدولت لگاتار اپنی ملک کے سرٹیفکیٹ تعریف سے بھرے ہوئے حاصل کر رہا ہے۔ آپ بھی تجربہ کریں اور ہماری ایجاد کی داد دیں +

قیمت فی ٹکیہ چھ آنہ (۶؍) ۔ فی بکس جس میں تین ٹکیہ ہیں چھ آنہ (عہ؍) ۔ محصولڈاک بذمہ خریدار۔ بوقت فرمایش اس رسالہ کا حوالہ ضرور دیں +

ہاتھ سے معمولی تیل کیطرح سفید بالوں کو سیاہ کرنیوالا خوشبودار عرق

دنیا میں ہر فرد بشر اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ خدا تعالےٰ نے بوڑھوں کے جوان بننے کے لئے کیا اعلےٰ خضاب پیدا کیا ہے۔ واقعی مہندی اور وسمہ سے بڑھکر دنیا میں کوئی خضاب نہیں۔ مگر نقص صرف اتنا ہے کہ گھنٹوں بیمار کی طرح پٹی باندھ کر بیٹھنا پڑتا ہے سو اس تکلیف کے رفع کرنے کے لئے ہم نے بڑی محنت اور زر کثیر خرچ کرکے یہ عجیب قابل قدر تحفہ مہندی وسمہ کا عرق سالہا سال کی محنت کے بعد نکالا ہے اسکی مختصر تعریف یہ ہے کہ صرف ایک شیشی ہے۔ ذرا پیالی میں الٹایا اور لگانے لگاتے ہی بال کالے بھنورے۔ اور مخمل کی طرح ملائم ہو گئے۔ زیادہ سے زیادہ دو منٹ صرف ہوتے ہیں بالوں کو معطر و چمکدار بناتے ہیں۔ فضول خضابوں کو چھوڑ دو اور اس کا تجربہ کرو۔ قیمت فی شیشی بارہ آنے (۱۲؍) + محصولڈاک ۴؍

پتہ: حکیم جوتیشی درگا داس شرما امرتسر

اگر قدرت نے آپکو کسی مصرف کا نہیں رکھا تو ایک لایق تجربہ کار کا بنایا ہوا مرکب یعنی ڈاکٹر منیجر س ہاڈرویل الکیر اس مرض کو جڑھ سے کھو دیتا ہے۔ تجربہ پر داکی بات نہیں۔ خواہ مرض کیسا ہی شدید ہے۔ جونہی اس اعجاز نما دوا کو ایکبار لگایا۔ اور اس بیمار نے فوراً اکسیر جیسا اثر دکھلایا وزن گھٹنا شروع ہوا۔

قیمت فی بوتل (عہ) ایک روپیہ آٹھ آنہ ۔ علاوہ محصولڈاک

کمزور مضبوط ہو سکتے ہیں!

یہ فقرہ خاصکر اُن لوگونکو مخاطب کر کے لکھا جاتا ہے جو کمزوری کا ہر طرح سے علاج کر چکے ہیں یا جنہوں نے کوشش کرنا بھی چھوڑ دیا ہے۔ اگر ناظرین میں سے نے اپنے تئیں مایوس العلاج تصور کیا ہے۔ تو سخت غلطی ہے۔ اور اس سے بھی زیادہ یہ غلطی ہوگی کہ باوجود گذشتہ کوششوں کے ناکامیابی کے نیز اب بھی اپنی ادویہ مشتہرہ کیطرف متوجہ ہیں دیکھے چکے آزما چکے آزمودہ را آزمودن جہل است ڈاکٹر میجر کے ٹیبلٹس کے استعمال سے زائل شدہ طاقت بحال ہوتی ہے۔ اس میں ادویہ مناسب طور سے شامل کی گئی ہیں ہمارے تجربہ میں کسی قسم کی کمزوری اس سے دور ہو جاتی ہے۔ رسالہ تحفہ میجر کو پڑھو۔ تم خود قائل ہو جاؤگے

(سے روپیہ علاوہ محصولڈاک)

تمام دنیا میں جسقدر ادویہ صفائی خون کیواسطے فروخت ہو رہی ہیں ان سب سے میجر صاحب کا سارساپریلا کی بکری بہت زیادہ ہے اس سارساپریلا میں ایک نئی ترکیب سے حرارت آمیز کی گئی ہے تمام قسم کے گھاؤ زخم امراض اسفل جن سے جلد بدنما ہو جاتی ہے جسم پر پیدا داغ کنٹھ مالا پھوڑے پھنسیاں پڑتی کنٹھ اس کے استعمال سے جاتے رہتے ہیں قیمت فی بوتل (عا)

یہ ادویہ کارخانہ مسرس ڈبلیو میجر اینڈ کو کلکتہ میں تیار ہوتی رہتی ہیں۔ تھوک اور خوردہ فروش ایجنٹ اے برکت اینڈ کو دہلی سے طلب کرو۔

المشتہر کارخانہ مسرس ڈبلیو اینڈ کو کلکتہ ۔

خطرناک نشان

قدرت نے ہمارے لئے بہت سے نشان پیدا کئے ہیں۔ مثلاً

کھانسی ایک نہایت خطرناک

نشان ہے

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کے پھیپھڑے کمزور ہیں۔ اور آپ کو چاہیے کہ آپ بہت جلد اُن کے مضبوط کرنے کیطرف متوجہ ہوں۔

صرف

سکاٹس ایملشن

اس قسم کے خطروں سے آپ کو محفوظ رکھ سکتا ہے یہی آپ کے پھیپھڑوں کو بھی درست کردیگا اور آپ کی کھانسی کو بھی دور کردیگا

بالکل اچھوتا ہے

سکوٹ اینڈ بون مینوفکچرنگ کیمسٹ

لنڈن

زندہ کون ہے

صرف وہ جو زندگی زندہ دلی سے گذارتا ہے

راگ اور ساز کی میٹھی سریں روح کی غذا ہیں۔ اور جن لوگوں کی روح تروتازہ رہتی ہے وہ

دنیا میں سب سے زیادہ خوش ہیں

گراموفون

سائنس کی دنیا میں سب سے اچھی اور سب سے آخری ایجاد ہے۔ کیونکہ یہ نہ صرف عجائبات میں سے ہے بلکہ

روح کی پرورش کرنیوالی ہے

ہمارے ہاں گراموفون کا بڑا ذخیرہ ہر وقت جمع رہتا ہے۔ اچھے اچھے گانوں کے ریکارڈوں کی معقول تعداد ہر وقت موجود رہتی ہے۔ اس کے علاوہ اور کاریگروں کی مختلف گانے کی مشینیں انکے گانے اور دیگر سامان متعلقہ بھی ہر وقت مل سکتا ہے۔ مقررہ قیمتوں پر پانچ روپیہ (۵) فی سینکڑہ کمیشن بھی دی جاتی ہے۔ یہ رعایت ایک ایسی بڑی رعایت ہے جو کوئی دوسرا کارخانہ نہیں دیتا۔ فہرست منگا کر ملاحظہ کیجئے۔

فونوگراف

یہ مشین دانوں کا پہلا کرشمہ ہے۔ اور انکی کافی تعداد ہر وقت برائے فروخت موجود رہتی ہے۔ اس کے متعلق گانے دیسی انگریزی۔ بینڈ باجے۔ خالی گلاس جنپر آپ خود گانا بھر سکتے ہیں۔ اور دیگر ضروری چیزیں بھی ہمارے ہاں مل سکتی ہیں۔ درخواست پر فہرست روانہ کیجاویگی۔

پنجاب میں ہارمونیم کا سب سے بڑا اور سب سے پہلا کارخانہ ہمارا ہے۔ چونکہ ہم پنجاب میں ہارمونیم کے بانی ہیں اس لئے ہمارے باجے سب سے اچھے ہیں۔ ہندوستان بھر میں قریباً ہر ایک بڑے شہر میں ہمارے ایجنٹ موجود ہیں۔ جلد درستی بھی بھیجی جاتی ہے۔ فہرست مفت

نوٹ۔ ہر ایک قسم کے باجے کی مرمت بھی ہمارے ہاں ہو سکتی ہے۔

شنکر داس اینڈ کمپنی نیلا گنبد۔ لاہور (انارکلی)

تاریخی و ادبی کتابیں

یادگار دربار:۔ دربار ہائے تاجپوشی و تخت نشینی شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم کی یادگار میں بیش بہا کتاب تیار ہوئی ہے۔ جس میں اول تو شہنشاہ کی مفصل سوانعمری۔ اور پھر دربار ہائے لنڈن و ہندوستان کے تفصیلی حالات دیے گئے ہیں اور ساتھ ہی مشاہیر دربار یعنی شہنشاہ و ملکہ لارڈ لیڈی کرزن لارڈ کچنر ڈیوک و ڈچس آف کیناٹ امپیریل کیڈٹ کور نظام دکن والیان ریاست ہائے کشمیر او دیپور بڑودہ میسور گوالیار وغیرہ وغیرہ اور معزز مہمانان دربار مثلاً نواب فتح علی خان قزلباش و راجہ امیر حسن آف محمود آباد وغیرہ وغیرہ کی عکسی ہاف ٹون تصویریں بھی معہ اُن کے حالات دے کے درج کتاب ہیں۔ کتاب کا حجم سات سو صفحہ اور تصاویر و نقشہ جات اکیسو کی تعداد میں اس کے علاوہ بریں کتاب مذکور کی قدردانی میں پنجاب و ہندوستان کی لوکل گورنمنٹوں والیان ریاست اور روسائے علم دوست نے جو قابل قدر حصہ لیا ہوا ہے اسکی خوبی کی اعلےٰ دلیل ہے قیمت ۴؎ معہ محصول ڈاک +

یادگار وکٹوریہ:۔ ملکہ وکٹوریہ متوفیہ کی مکمل لائف یوم پیدائش سے وقت آخر تک اس جامعیت کیساتھ لکھی گئی ہے۔ کہ ساتھ ہی اُن کے عہد سلطنت کے تاریخی واقعات اور وسعت مقبوضات پر بھی نظر جاتی ہے ساتھ ہی ملکہ کی مختلف طرزوں کی تین اور ان کے فرزند موجودہ شہنشاہ بیگم کی تصویریں بھی درج کتاب ہیں حجم تین سو صفحہ (عہ)

یادگار تاریخ دربار لاہور ۱۸۹۲ء میں لارڈ ایلگن نے جو شاندار دربار لاہور میں منعقد کیا تھا۔ اس کے جملہ حالات انتظامات معہ ریاست ہائے پنجاب یعنی کشمیر۔ پٹیالہ۔ بہاولپور۔ جیند۔ نابھہ۔ کپورتھلہ۔ فریدکوٹ نامیں سرمور اور سرڈنس پٹرک لفٹنٹ گورنر پنجاب و لارڈ ایلگن کی تصویر کے درج ہیں قیمت آٹھ آنہ حجم قریباً ایکسو صفحہ

یادگار سعدی:۔ اس کتاب میں شیخ سعدی کے مفصل حالات زندگی لکھنے اور اُن کے طور و انداز زندگی پر بحث کرنے کی بعد کلیات شیخ میں سے حکایات و نکات و غزلیات و قصائد و قطعات کا ایک قابل قدر ترجمہ اور انتخابات دیا گیا ہے جو امیر و غریب حاکم محکوم چھوٹے بڑے مبتدی سب کے کارآمد اور حسب حال ہے زیادہ تعریف فضول ہے مختصر یہ ہے کہ اس کو مفید تصور فرما کر قریباً تمام سکولوں نے اسے تقسیم انعامات اور لائبریریوں کے لئے منظور کیا ہے۔ حجم ۳۰۰ صفحہ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ (عہ)

یادگار دوستی:۔ ناول تو آپ نے سینکڑوں دیکھے اور اشتہاروں میں اُن کی تعریف بھی بہت پڑھی ہوگی مگر یہ لاجواب ناول کچھ اور ہی ڈھب کا ہے۔ اسمیں اخلاق و تجربہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہے باسانی نانی یا زبانی دجانی کے صحیح لیٹریری فوٹو ہیں کے ہتھکنڈے عشق و محبت کی داستانیں بے تکلفانہ شیریں اور پھیکی باتوں میں دبے ہوئے اخلاص و مروت کی تصویریں اس عمدگی سے کھینچی ہیں کہ لطف آجاتا اور عمروں کے تجربے گھر بیٹھے ہو جاتے ہیں اس پر ہنسی مذاق ہی ہو جاتا ہے۔ غرضیکہ تجربات کی کڑواہٹ دور کرنے کو ناول کا پیرایہ پسند کیا گیا ہے اور سفارش کی جاتی ہے کہ ہر ایک تعلیم یافتہ شخص کو اسے ضرور دیکھنا چاہیے حجم قریباً ۲۰۰ صفحہ قیمت معہ محصولڈاک عہ

شاہنشاہ هند:۔ یہ فارسی نظم ہے جسے مہاراجہ کھڑک سنگھ بہادر نے شاہ ظفر کی نذر کے لئے امیر تیمور کے آخر حکمران آپ کے حالات میں لکھا گیا تھا اور اس کا اصل نسخہ بڑی قیمت پر ایک پرانے کتبخانہ سے خرید کر چھاپا گیا ہے قیمت معہ محصولڈاک (عہ) جملہ کتابوں کے یکجائی خریدار کو صرف عہ کا ویپو کیا جاتا ہے +

المشتهر۔ منیجر یادگار آفس لاہور اندرون دہلی دروازہ

خاتون

یہ امر اب طے ہو گیا ہے اور ملک کے تمام اہل الرائے اسبات پر متفق ہو گئے ہیں کہ قومی ترقی کا ابتدائی زینہ تعلیم نسوان ہے۔ جب تک کسی قوم کی عورتیں تعلیم یافتہ نہ ہوں گی اس وقت تک وہ قوم ہرگز نہیں کر سکتی۔ ایشیا کے ترقی نہ کرنے کے سبب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ اس نے ابتک اس راز کو سمجھا نہیں تھا اب آپ جاپان کو دیکھئے۔ کہ وہاں کی عورتوں میں چونکہ تعلیم رائج ہو گئی ہے۔ اس لیئے اس کے نتائج بھی حسب دلخواہ پیدا ہوئے اور ہو رہے ہیں۔

یہ سوچنے کی بات ہے کہ ہر ایک شخص جب عالم وجود میں آتا ہے تو پہلے ہی اُس کو ماں کا آغوش ملتا ہے۔ جہاں اُسکی ابتدائی تربیت ہوتی ہے اور تربیت بھی کیسی جس کا اثر مدت العمر زایل نہیں ہو سکتا۔ پس اگر مائیں تعلیم یافتہ ہونگی تو اولاد کی تربیت بھی بچپنے میں اچھی ہوگی۔ عمدہ اور اعلیٰ خیالات ابتدا ہی سے اس کے اندر راسخ ہوں گے اور اس کی تعلیم کی جڑ مضبوط رہے گی۔

ولایت میں تعلیم کا اثر اچھا پڑتا ہے جو لوگ وہاں تعلیم حاصل کرتے ہیں یعنی انگریز وہ اس کے اعلےٰ اثر سے نہایت ہی متاثر ہوتے ہیں۔ اور اس کے اندر دیانتداری۔ راستبازی۔ خوش خلقی۔ معاملہ فہمی۔ اور دور اندیشی وغیرہ تمام اعلےٰ اوصاف پیدا ہو جاتے ہیں۔ بخلاف اس کے ہندوستان میں وہی کورس پڑھایا جاتا ہے۔ لیکن یہاں کے تعلیم یافتوں میں وہ اثرات پیدا نہیں ہوتے۔ اس کی بڑی وجہ یہی ہے کہ وہ لوگ اپنی ماں کے آغوش میں سے ہی ان اوصاف سے رنگے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور ہمارے یہاں کے نوجوان اپنے بچپنے میں ان خوبیوں سے کورے رہتے ہیں آغوش مادر کی اعلےٰ تربیت اول نمبر ہے اور بی۔ اے یا ایل ایل ڈی کی ڈگری دوسرے نمبر پر۔

اہل ہند کے تنزل کا سب سے بڑا سبب یہی عورتوں کی جہالت ہے۔ اسی قومی جرم کی بدولت ہندوستانیوں پر ادبار نازل ہے۔ اور وہ فلاکت اور نکبت میں مبتلا ہیں۔

اب لوگوں کی توجہ اس جرم کے تلافی کیطرف مایل کرنے کے لیئے ایجوکیشنل کانفرنس صیغہ تعلیم نسوان کیطرف سے **رسالہ خاتون** ماہوار تین سال سے نکالا جاتا ہے۔ جس کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ وہ نہ صرف مسلمانوں بلکہ اپنے تمام اہل ملک کو تعلیم نسوان کے فوائد اور خوبیوں سے آگاہ کرنے اور عورتوں میں تعلیم کا مذاق پھیلانے اور علم کیطرف ان کی سچی رہبری کرے اور اُس کے ساتھ ہی یہ رسالہ پردہ عصمت کا زبردست حامی ہے۔

الحمد للہ کہ اس تین سال کے قلیل عرصہ میں اس رسالہ نے اپنے مقاصد میں نمایاں کامیابی حاصل کی ہے اہل ملک کے تمام معزز گھرانے اس سے دلچسپی لینے لگے ہیں۔ اور تمام نسوان کی طرف سرعت کے ساتھ طبیعتوں کا میلان بڑھ رہا ہے۔

چونکہ یہ قومی رسالہ ہے اس لیئے اس میں قوم کے بڑے بڑے لیڈر مثلاً نواب محسن الملک۔ شمس العلماء خان بہادر مولوی ذکاء اللہ صاحب شمس العلماء مولانا حالی۔ ڈاکٹر ضیاء الدین ایل ایل ڈی پروفیسر ابو الحسن بی۔ اے انعام الحق بی اے اعلےٰ اعلےٰ درجہ کے مضامین لکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس رسالہ کے نصف حصہ میں خاص دہلی اور لکھنؤ کی بیگمات اور نیز دیگر مقامات کی تعلیم یافتہ بیبیوں کے نفیس مضامین ہوتے ہیں جو سوائے اس رسالہ کے اور کہیں نہیں مل سکتے۔ اس کا کاغذ۔ چھپائی۔ لکھائی سب اعلےٰ قسم کی ہے

حجم ماہوار ۴۸ صفحہ قیمت تین روپیہ سالانہ ششماہی ایک روپیہ بارہ آنہ

المشتہر شیخ عبد اللہ بی اے ایل ایل بی سکرٹری صیغہ تعلیم نسوان

و ایڈیٹر خاتون علیگڈھ

تہذیبُ النسوان

ملک کے تمام روشن خیال اہل الرائے اس بات کو تسلیم کر چکے ہیں کہ عورتوں کو تعلیم دینا ضروری ہے بشرطیکہ طرز تعلیم حتے الوسع شریفانہ اصول پر ہو۔ چنانچہ اسی خیال کو مدِنظر رکھکر ۱۸۹۸ء سے اخبار تہذیب النسوان اہلیہ مولوی سید ممتاز علی صاحب مالک مطبع رفاہ عام کی اڈیٹری میں لاہور سے جاری کیا گیا۔ جو بفضلہ تعالےٰ اس وقت تک کامیابی کے ساتھ جاری ہے۔ یہ اخبار کیسا ہے اور اس کے مطالعہ سے شریف مستورات پر کیا اثر پڑتا ہے؟ اس کا اندازہ پرچہ دیکھنے سے بخوبی ہو سکتا ہے عام رائے اس اخبار کی نسبت یہ ہے کہ مرد اس کو بلا تامل اپنے زنانخانے میں بھیج سکتے ہیں۔ اور ہندوستان میں شریف مستورات کیلئے اس سے بہتر کوئی پرچہ نہیں۔ ہر مضمون نہایت احتیاط اور غور و تامل کے بعد درج کیا جاتا ہے۔ اس کی نامہ نگار عموماً معزز گھروں کی تعلیم یافتہ بہو بیٹیاں ہیں جو لوگ تعلیم نسوان کے حامی ہیں انہیں اس پرچے سے ضرور کام لینا چاہئے۔ زبان نہایت سلیس۔ لکھائی چھپائی بغایت نفیس۔

تقطیع $\frac{20 \times 26}{8}$ حجم ۱۶ صفحے ہفتہ وار قیمت (عہ) سالانہ نمونے کا پرچہ مُفت مل سکتا ہے۔

مشتہر۔ مینجر رفاہِ عام سٹیم پریس لاہور

فریڈرک اسٹرنس اینڈ کمپنی دواساز ان ڈیٹرائٹ ملک امریکہ کی مشہور عام ادویہ

اسٹرنس وائن آف کاڈ لور آئیل

مچھلی کے تیل کا نہایت نفیس جوہر معہ کشتہ فولاد - پاکیزہ - بلا بو دافش

مرکب کھانسی اور کمزوری کا بہتر علاج ۱۲ ؏ - ۱۲ ؏

اسٹرنس میڈ ایک کیور

ہر قسم کے درد سر کے واسطے بلا ضرر - زود اثر اور یقینی فائدہ رساں

دوا نقلی مت خریدو - صرف اسٹرنس کی اصلی ہے ۱۲ ار قرص ۱۲ ار

اسٹرنس سینڈلاوڈ میں

کیسی ہی مثانے کی بیماری ہو اس کے استعمال سے دور ہو جاتی ہے

بہترین ادویہ میں کامیابی ہوئی ۵۰ گولیوں کی شیشی قیمت ؏

اسٹرنس کولا

مقوی دماغ دافع اعصاب دافع سستی و تکان صرف تازہ اور بغیر کی

ہوئی گر لیبی تیار کیا جاتا ہے - خوشبودار اور خوشگوارہ خوراک دستے

اسٹرنس ٹنرالیس

ہاضم کرنیکے لئے بہترین دوا نہایت سستی زود اثر - کامل طور سے آلات ہضم کو درست کرتا ہے شیشی ؏

اسٹرنس کف کیور

کھانسی کو چند گھنٹوں میں آرام کرتا ہے - افیون اور مضر اجزا سے پاک ہے خریدنے

پر نصب ہو جیئے - کہ اسٹرنس کی ہو فیوتل ۱۲ ار

دسالہ دفع مریضان - جسمیں انکے علاوہ دیگر ادویہ تیار کردہ کارخانہ فریڈرک اسٹرنس اینڈ کمپنی

دواریٹ علامہ مرکی کی شرح حالات میں اسٹرنس اینڈ دیا سیز بنگ ڈپو کشمیری دروازہ دہلی سے مفت و بلا محصول

ہر شہر کے تمام انگریزی اشیا کے عمدہ دکاندار فروخت کرتے ہیں

عورت کے پہلو کا تیر

وہ آدمی کہ جس کے بال سفید ہو گئے ہوں گو یہ عالم ہر انسان پر وارد ہوتا ہے۔ لیکن قبل از وقت ہونا اور بھی قیامت ہے موئے سیاہ سفید ہوئے ہیں۔ شباب میں اے زندگی ابھی سے چراغ سحر نہ ہو +

جوانی انسانی طاقت کا بہتر حصہ ہے۔ نہایت ہی قیمتی وقت ہے۔ اور اسکے بعد انسان بغیر برائے نام ہی انسان رہ جاتا ہے عام طور پر دیکھا گیا ہے۔ کہ جہاں بال سفید ہوئے۔ اور شیوخیت نے آکر سلام کیا کہولت پیدا ہوئی بچوں سے کھنچا پڑا۔ یہاں تک کہ عورت کی نظریں بھی کھٹکنے لگے۔ گویا مرد کے بال کی سفیدی عورت کے کلیجہ کو دو ٹکڑے کر دیتی ہے اب اگر بات کی توجیہ سے ہنستے بولے تو مخفی عناد ہے۔ اگر پاس بیٹھے تو پہلو کا تیر ہو کر بیٹھے۔ منہ پر کوئی نہ کہے وہ اور بات ہے ورنہ مرد کی دفع مرتو ہو وقت فرق گیا ہے اس بچارے غم کے مارے ہر تو دکھ کے تیر کے نکال دینے کیلئے اس ٹوٹے ہوئے دل کو جوڑنے کیلئے اس گئی ہوئی جوانی کے پھیر لانے کیلئے اگر کوئی چیز دنیا میں بنی ہوئی ہے تو وہ صرف حنا و وسمہ میں قدرتی موجد کا اصلی خضاب ہے حکمائے سلف نے صد ہا نسخے ترتیب دیے عقلائے حال نے علوم جدید کے تمام روزگار رنگا رنگ آمیزیاں کیں۔ مگر جب امتحانی کسوٹی پر کسا تو حنا اور وسمہ کی آمیزش نے سب کا رنگ پھیکا کر دیا +

مگر افسوس

خضاب کے متعلق آجکل کی دنیا عجیب عجیب ڈھنگ بدل رہی ہے اصل و نقل کی کوئی پہچان ہی نہیں رہی بعض حضرات اس اعلان سے اپنی قیمت بڑھاتے ہیں کہ فلاں مشتہر جھوٹا ہے جھوٹ کو بچو بچا کر کوئی [illegible] اور بعض خود ہی نہایت بے شرمی سے اس مشتہر کی حکایت کرتی ہیں۔ بعض ان سے بھی زیادہ دون ہمت اور نقال ہیں وہ تو فقرہ بچے تمام کمال نقل کر دیتے ہیں اور پیچھے جھٹ اپنا نام ٹانک دیتے ہیں قیمت کا یہ حال کہ دو روپیہ کا روپیہ روپیہ کے ہم ارغرض ہر طرح سے چالاک مشتہرین بدنامی پیدا کرتے ہیں خوب یاد رکھنا چاہئے۔ کہ سانچ کو آنچ نہیں ہوا کرتی ہر جو مال بدنام اچھا ہے۔ اس کے خریدار بہت۔

ہمارا خضاب جوہر حنا و وسمہ

آج بفضلہ دس برس سے اسقدر کامیاب ثابت ہوا ہے اور ہو رہا ہے کہ باوجود صد ہا [illegible] اندازیوں کے بھی ہم نہایت زور سے اور وثوق سے پوری تحکم کہہ سکتے ہیں کہ ہندوستان بھر میں جسقدر خضاب کے کارخانے ہیں ہمارا خضاب ان سب سے زیادہ بکتا ہے +

ہمارا خضاب

جسکی اکثر مہربانوں نے بڑی سرگرمی سے نقل کی ہے ایک لطف خیز عرق ہے یہ مہندی اور وسمہ کا جوہر ہے جسکو بشرکت اجزا دیگر ایک خاص جنگ کی کاوشوں کی بدولت مشین کے ذریعہ کھینچا گیا ہے نہ انہیں خضاب کی ضرورت ہے نہ پر انڈے کے تو تکی ترجمانی کی حاجت ہے بالوں کی [illegible] قدرتی سیاہی میں ملجانا اپنے معمولی اوصاف سمجھتا ہے رنگت کے تبدل کا یہ عالم کہ جہاں عرق لگایا اور بال کالے بھونرا سے۔ اور پھر بھی نہیں بلکہ استقرار کا یہ رنگ کہ اگر مہینے کے بعد دوبارہ لگایا جاوے تو زندگی کے دشمن سفید بالوں کی خبر لائیں جار کا خراب ہونا۔ داغ دھبہ توبہ توبہ ایک شیشی [illegible] سال بھر چلتی ہے اور یہی وہ خضاب ہے یہی وہ بالکا جوہر جوہر حنا و وسمہ ہے۔ جس کے استعمال سے مرد مرد ہو جاتا ہے اور وہی سجیلا جو اپنے پہلے عورت کے جگر میں تیر بنا ہوا تھا اس کے لگانے ہی نیش سے نوش ہو جاتا ہے +

نوٹ: یہ خضاب ہاتھ سے معمولی تیل کی طرح لگایا جاتا ہے۔ اور اس میں فضول خضابوں کیطرح برش وغیرہ کے مطابق ضرورت [illegible] وقت فرمائش اس رسالہ کا حوالہ ضرور دیں۔

قیمت فی شیشی دو روپیہ (۲) اور محصول ڈاک [illegible]

نوٹ: دو دو روپے والی فی شیشی [illegible] تین شیشیوں سے لیکر چار تک [illegible] پانچ شیشیوں [illegible] تک [illegible] اور محصول ڈاک دینا پڑے گا۔

حکیم ڈاکٹر ایم ڈی خورشید عالم ایل ایم ایس [illegible] سرجن اینڈ فزیشن موجد جوہر حنا و وسمہ
پروپرائٹر [illegible] شفاخانہ

طبی دلچسپ کتب مُصنفہ پنڈت ٹھاکر دت شرما وید مالک دیش اپکارک اوشدھالیہ
مالک و ایڈیٹر دیش اُپکارک فیملی ڈاکٹر طبی اخبارات لاہور!

کیا ہم اپنی مرضی سے لڑکا یا لڑکی پیدا کر سکتے ہیں؟

یہ ایک سوال ہے جسکا جواب اس چھوٹے سے رسالہ میں مدلل اور محققانہ طریق سے اس طرح دیا گیا ہے۔ کہ ہر ایک آدمی اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔ یونانی۔ ڈاکٹری اور ویدک تحقیقات کا لب لباب بیان کیا گیا ہے غرضیکہ قابل دید ہے۔ قیمت صرف ۲

وضع حمل

اس کے مضامین عورتوں کو سمجھا دینے سے روزمرہ کی تکالیف متعلق زچہ اور بچہ سے خلاصی پانا ممکن ہے۔ آئے دن جو سینکڑوں عورتیں اور بچے اس وضع حمل کی حالت میں جان دے دیتے ہیں۔ اس کی ہدایات پر کاربند ہونے سے آئندہ اس کا انسداد ہونا ممکن ہے۔ ابتدائی اور درمیانی اور بعد کی تکالیف کے دفع کرنے اور وقت کی جان کنی سی حالت کو آسان کرنے کے واسطے اس کے مجربہ نسخہ جات اور تراکیب بہت زیادہ موثر ثابت ہوں گی۔ قیمت

رسالہ حفظ ما تقدم طاعون

طاعون کے متعلق آجتک کی تمام تحقیقات جو کچھ کہ ڈاکٹروں یا دوسرے شخصوں نے کی ہے۔ سب کا خلاصہ اس رسالہ میں درج کرنے کے علاوہ یونانی ویدک کے پرانے طریق علاج پر نئی روشنی ڈالدی ہے اور بتادیا ہے کہ حال کے مجوزہ علاج بالکل پرانے علاج ہیں۔ جن کا چربہ اتار لیا گیا ہے۔ طاعون کی پیدائش کے اسباب اور اس سے بچے رہنے کے طریق بہت اچھی طرح لکھے گئے ہیں۔ علاج بھی مجرب درج کئے ہیں۔ مطلب یہ کہ اس طاعون کے زمانے میں ہر شخص اسکو دیکھکر اور اسکی ہدایات پر کاربند ہوکر خاطر خواہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ قیمت ۲

کیا ہم تندرست ہوں اور صحت اور درازی عمر کا راز

پہلا سوال خواہ مخواہ آدمی کے دل میں پیدا ہوتا رہتا ہے۔ مگر اس کا جواب تسلی بخش حاصل ہونا ایک امر محال ہے اس رسالہ میں سب سے پہلے اس سوال کو حل کرنے کے طریقہ اور علامات بتائے ہیں۔ جنسے آدمی خود بخود اپنے سوال کا جواب حاصل کر سکتا ہے بعد ازاں امراض کا اصل سبب دکھلا کر ابتدا میں بھی ان کے دفعیہ کے طریق لکھے گئے ہیں۔ غرضیکہ اس کے قواعد کی پابندی سے آدمی اپنی طبعی زندگی تک پہنچ سکتا ہے۔ ہندوستان میں اپنی طرز کا پہلا رسالہ ہے قیمت ۸

رسالہ تحفہ اسلام

عام طور پر امراض کے بال بچوں والے گھروں میں رہتے ہیں۔ اور قریباً سب معمولی بیماریوں کے مجرب تیر بہدف سوال لکھے ہیں۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کے واسطے حکیم ڈاکٹر کی خوشامد اور اخراجات سے بچنے کے واسطے یہ چھوٹا رسالہ بہت زیادہ مدد دے گا۔

سونے کا ملمع کی ہوئی چاندی کی نازک اور نہایت نفیس انگوٹھی چھلے

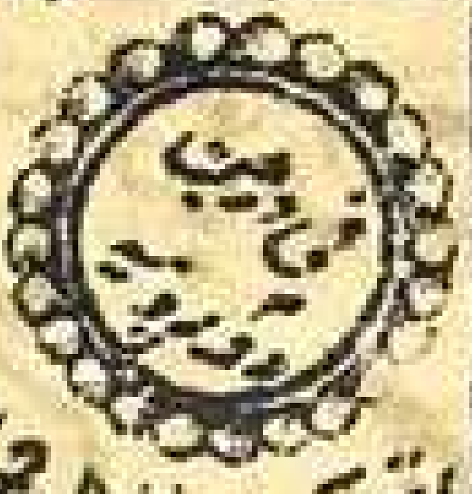
ہاتھ کے ہیرا الٹ چھلے

انہیں عطردان بھی

نو ایجاد چاندی کے قمیص کے بٹن | ناک کی طلائی اور ملمع کی چاندی کے | گلاب پھول بٹن

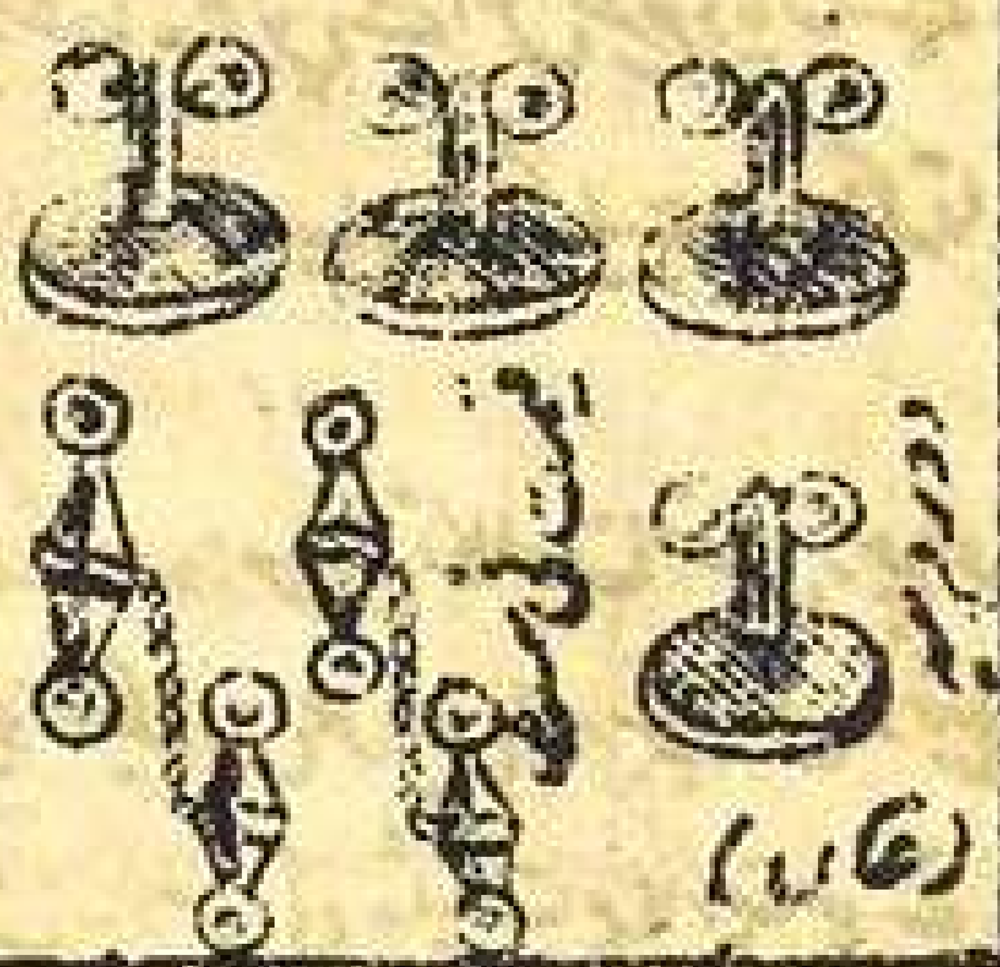

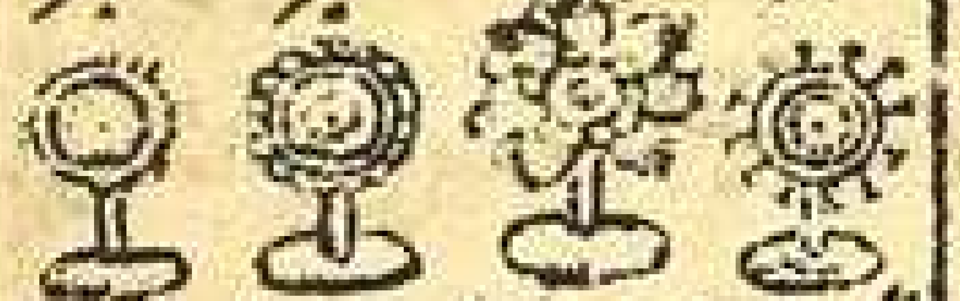

قیمت نمبر۱ پانچ روپیہ جڑاؤ
قیمت نمبر۲ تین روپیہ آٹھ آنہ جڑاؤ
قیمت نمبر۳ چار روپیہ درجن کٹ
قیمت نمبر۴ دو روپیہ آٹھ آنہ درجن

کرتے کے گریبان کے لئے

فی سٹ تین روپیہ

سونے کا ملمع کی ہوئی چاندی کے نو نگے | قابل دید چاندی کی منقش ڈبیاں | سونے کا ملمع کی ہوئی چاندی کے

اصلی سونے کے معلوم ہوتے ہیں
سے کم نہیں بیچے

چھوٹی بڑی نئی نئی وضع کی تیار ہوتی ہیں۔ نہایت حسین ہیں

قیمت نمبر۱	پانچ روپیہ
قیمت نمبر۲	چار روپیہ
قیمت نمبر۳	تین روپیہ
قیمت نمبر۴	دو روپیہ
قیمت نمبر۵	ایک روپیہ
قیمت نمبر۶	بارہ آنہ

کاریگر نے نہایت خوبصورت

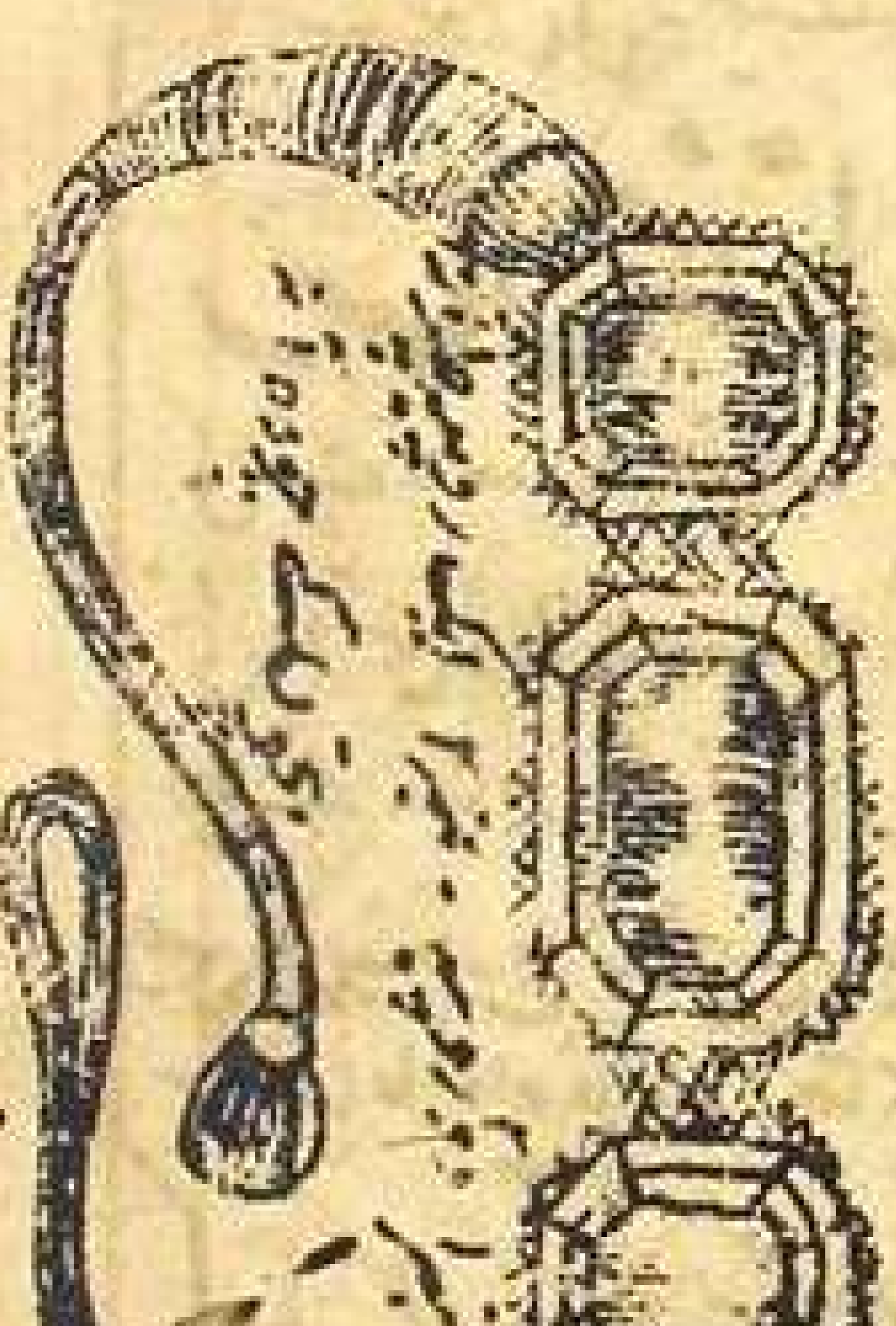

تیار کئے ہیں حسینوں کی قوت بازو

حقے کے لئے چاندی کی منقش منال

قیمت نمبر۱ پانچ روپیہ   قیمت نمبر۲ چار روپیہ   قیمت نمبر۳ تین روپیہ

قیمت نمبر۴ دو روپیہ

ہم سے طلب فرمایئے۔ شیخ رحیم الدین جیولر اور فروش شہر دہلی حویلی کالے صاحب

آؤ بتلائیں پچاس ہزار مریض کسطرح صحت یاب ہوئے ہیں

طاقت بخش خون افزا روح تمام مرکب

اعصاب میں حواس، حرکت اور دماغ میں عقل و فراست وغیرہ
قوتیں خدائی ہیں اور اعضاء رئیسہ میں جو جو کام کرنیکی ہے
وہ ہر ایک برقی مادہ خدائی جسم میں پیدا کیا ہے اس کی بدولت
کل جسم اور دل کے پرزے کام دیتے ہیں جب ہماری بدقسمتی سے
وہ مادہ درہم برہم ہو جاتا ہے تو اندرونی عضو وہ کام کرنا بھول جاتے ہیں
کثرت شراب اور عیاشی سے برقی مادہ جسم سے کم ہو جاتا ہے دل
و دماغ جگر اور برقی سسٹم و نظام خون وغیرہ تباہ ہو جاتے ہیں اسی
طرح چانڈو، افیون، بھنگ وغیرہ کے استعمال سے اعصاب
میں وہ مادہ دوڑ نہیں سکتا کیونکہ شقیقہ عروق و اعصاب کی
راہ خراب ہو جاتی ہے یہ مرکب گویا روح رواں اعضائے
رئیسہ ہے۔ اس کے وجود سے حیات روح ہو گی ورنہ
روح بیمار جسم کے لئے وبال جان ہوتی ہے
یہ مرکب سست اعصاب کا شرطیہ علاج ہے۔ اسکی ایک دو شیشی سے
چہرہ سرخ اور جسم فربہ ہو جاتا ہے۔ جس سے بھوک خوب لگتی ہے۔

قیمت فی شیشی چار روپے (للعہ)

سرمہ عمیر اکراماتی۔ دافع ضعف بصارت۔ نزول الماء۔ دھند غبار۔ آب۔ دال۔ سرخی وغیرہ فی تولہ۔ دو روپے (عا)

سیلان الرحم { سیلان دار عورت کی صحت بحال۔ درد کمر کافور قیمت دو ہفتہ دو روپے عا

حب دافع قبض دائمی رات کو ایک گولی لعاب سے قبض دور ہو جاتی ہے۔ ۲ درجن عہ

سرخ چہرہ ۔ بعد از غسل چہرہ پر دو قطرے ملنے سے جھریاں وغیرہ دور چہرہ گلفام فی شیشی عہ

جوہر عشبہ مصفی خون ۔ پھوڑے پھنسیاں۔ بھگندر۔ ناسور۔ خنازیر۔ بیدہ۔ دنبل وغیرہ دور شیشی خورد عہ کلاں ے

نور علی نور ۔ اسکے لگانے سے چند منٹ میں بال دور ہو جاتے ہیں جلد کو ہرگز ضرر نہیں ہوتا۔ ۲ تولہ قیمت عہ

حب دافع رعشہ …

حب جمال …

دوائی شباب …

سنون …

دافع چھائیاں …

حبوب لوا …

حب دافع درد مفاصل جوڑوں کے درد کے لئے اکسیر ہے۔ دو ہفتہ دو عا

دوائی خارش خشک (عہ)

زود دکن ۔ اس کے لگانے سے اگر داڑھی مونچھ کے بال نہ اگتے ہوں پیدا ہو جاتے ہیں۔ قیمت دو روپے (عا)

حب قائم مقام افیون دافع افیون و چانڈو۔ (عہ)

دافع بخار گولی ایک گولی دینے سے پسینہ آکر بخار اتر جاتا ہے قیمت دو درجن (عہ)

حب دافع ضیق النفس دمہ کیسا ہی پرانا ہو دور ہو جاتی ہے۔ (عہ)

مدر ایام ماہواری سے ایام باقاعدہ کھل جاتے ہیں (عا)

دوائی ہیضہ ہیضہ دم بدم ۲ تولہ عہ
اکسیر شفاء دافع طاعون بطور حفظ ماتقدم استعمال سے… طاعون جب تک نہیں… (عہ)

پتہ:۔ زبدۃ الحکماء حکیم و ڈاکٹر غلام نبی ایڈیٹر رسالہ حافظ صحت مستی دروازہ لاہور

میں کیمیا گر ہوں کہ اس لئے کہ سینکڑوں روپے ایک دوائی کی بدولت کماتا ہوں۔ جسکی کثرت فروخت نے مجھ کو مالا مال کر دیا ہے جسکی جادو بھری تاثیروں نے ملک میں دھوم مچا دی ہے انڈیا بھر کے باشندے بچے سے لیکر بوڑھے تک اس کے نام سے واقف ہیں اور جانتے ہیں۔ کہ ہر قسم کی کمزوری کے دفعہ کیلئے ہندوستان میں یہ ایک ہی بے ضرر اور بے خطا دوائی ہے۔ جس کا نام **روح حیات** ہے اور خصوصیت کے ساتھ جس کا نام مشہور ہے۔

میں جادوگر ہوں اس لئے کہ کمزوروں کو وہ قوت دے سکتا ہے۔ کہ پہلوانی کریں اور جن کے جسم پر گوشت نہ آتا ہوں۔ یا ان لوگوں میں وہ طاقت کم ہو۔ جس کی وجہ سے مرد کو مرد کہہ سکتے ہیں۔ جن کے دل و دماغ اور اعصاب ضعیف ہوں ان کے لئے میرے پاس جادو اثر دوائی موجود ہے۔ جس کا نام اسم با مسمٰی **روح حیات** ہے۔

روح حیات کے مصدقہ خواص { ضعف مثانہ۔ ضعف اعصاب۔ ضعف دماغ۔ ضعف قلب۔ ضعف جگر۔ ضعف معدہ۔ ذیابیطس اور اختلاج۔ قلب کے لئے بمنزلہ اکسیر ہے۔ دو یوم میں ہی کمزوری اور قبل از وقت علامات پیری کے لئے بینظیر ہو ہو جاتی ہیں۔ ان سب سے کامل نجات ہو جاتی ہے۔

روح حیات: کے مفید ہونے کا اس سے زیادہ اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ کہ اسکی کثرت فروخت سے میں نے ایک لاکھ پچیس ہزار روپے کی جائداد پیدا کرلی ہے۔ جسمیں۔ مکانات۔ کوٹھیاں۔ اور اراضی شامل ہے۔ روح حیات کی تیاری اور حساب کتاب رکھنے کے لئے میرے دفتر میں کلرکوں کی ایک خاص جماعت کام کرتی ہے۔ جسمیں ہندو۔ مسلمان۔ اور عیسائی مذہب کے لوگ ملازم ہیں۔ اور کارخانہ روح حیات پنجاب بھر کے اشتہاری طبیبوں ڈاکٹروں سے زیادہ انکم ٹکس ادا کرتا ہے۔

میری آمدنی کی نسبت ایکدفعہ ڈپٹی کمشنر لاہور نے دریافت کیا تھا جسپر صاحب موصوف کی خدمت میں تین یوم کی آمدنی بذریعہ منی آرڈر جو ڈاکخانہ سے بنک میں وصول ہوئی۔ بمعہ چٹھیات بنک میں بھیجی گئی۔ جس کی نقل بالاختصار بغرض اطمینان خلایق درج ہے۔

اس چٹھی پر صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر لاہور تحریر فرماتے ہیں "میں آپکی چٹھیات اور دیگر کاغذات متعلقہ دیکھنے کے بعد واپس کرتا ہوں" (دستخط)

سی۔ ایچ۔ اٹکنسن صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر لاہور

۱۸ اکتوبر ۱۹۰۶ء

ناظرین: آپ اندازہ کر سکتے ہیں۔ کہ **روح حیات** کی قدر دانی ملک میں کس قدر بڑھ گئی ہے۔ محتاج بیان نہیں اس لئے اب کوئی وجہ نہیں کہ اس کے فائدوں میں آپکو ذرا بھی شک ہو اور اس زندگی بخش گرمستی دوائی کے خریدنے میں تامل کریں (قیمت فی شیشی روح حیات دعا)

میری تین یوم کی آمدنی (بذریعہ منی آرڈر)

۲۔	اکتوبر	۱۹۰۶ء	۱۰۷	روپے	۱۳	آنے
"	"	"	۶۸	"	۷	"
۳	"	"	۱۶۷	"	۴	"
"	"	"	۵۵	"	۱۵	"
۴	"	"	۳۲۸	"	۵	"
"	"	"	۱۵۲	"	۲	"

میزان ۸۸۳ روپے ۱۴/

پتہ: حکیم محمد شریف آئی ڈاکٹر کیمیا گر بیرون براڈ شفاخانہ عام چوک نواب صاحب لاہور۔

فرمائش اس پتے سے آنا چاہئے - ایس - اے - بی بخشی - اینڈ کو - کوٹھی نمبر ۲۳/۱۲۷ - ہالیڈے اسٹریٹ - ڈاکخانہ ب[illegible]

ایک نادر موقعہ — ڈبل کیس کی گیلٹ سنہری کولمبیا لیور واچ — ایک نادر موقعہ

پلیٹ چڑھایا گیا ہے — جسپر چودہ قراط سونیکا

نصف قیمت نو روپے — جسکی ضمانت دس سال

اس گھڑی کی قیمت اٹھارہ روپیہ تھی

جنوری [illegible] تک [illegible] نو روپیہ

تازہ شہادت

جناب منشی مشتاق رائے صاحب ضلع سیالکوٹ سے تحریر فرماتے ہیں گھڑی ڈبل کیس سنہری کولمبیا لیور واچ جو آپ نے اشتہار نمبر ۹۶ کے مطابق منگوائی تھی ہے اور ایک گھڑی مذکورہ ذیل بذریعہ وی۔ پی۔ ارسال فرمائیے۔ ۶ اگست ۱۹۰۶ء

تازہ شہادت

جناب منشی ننھے میاں صاحب ضلع بلیاری سے تحریر فرماتے ہیں۔ آپکا پتہ [illegible] ننھے میاں کے معلوم ہوا۔ اس خط کے دیکھتے ہی ایک عدد کولمبیا لیور واچ سنہری جسپر چودہ قراط سونیکا ملمع کیا ہو بذریعہ وی پی روانہ فرمائیے ۱۷ اگست ۱۹۰۶ء

جب سے امریکہ والے گھڑیاں بنانے لگے اسوقت سے آج تک روز بروز ترقی کر رہے ہیں اور عام طور سے یورپ میں امریکن واچ اب بہت پسند کی جاتی ہے اس کی وجہ صرف یہی ہو کہ دیکھنے میں بھی نہایت خوبصورت ہوتی ہے اور پرزے نہایت مضبوط ہوتے ہیں ہندوستان میں امریکن واچ آتی تو ضرور ہیں مگر چونکہ امریکہ والے کم دام کی گھڑی کم بناتے ہیں اسلئے عام طور سے اسکا رواج نہیں یہ گھڑی کولمبیا لیور واچ جسکا نقشہ آپکے زیر نظر ہے خاص امریکہ کی بنی ہوئی ہے اور اس کی مضبوطی اور عمدگی کی میں آپ سے کیا تعریف کروں لیکن اگر میری بات کو آپ جھوٹ نہ سمجھیں تو میں آپکو ایک عدد ضرور منگانے کی صلاح دونگا [illegible] آپ ضرور منگائیں کیونکہ کولمبیا لیور واچ کے ایجنٹ نے میری استدعا پر کچھ روز کیلئے اس گھڑی کی قیمت کم کر دی ہے تاکہ عام طور سے ہندوستان میں اسکا رواج ہو جاوے اسلئے میں نے کافی تعداد سے آرڈر دیکر یہ گھڑیاں آپ لوگوں کے واسطے منگائی ہیں جنوری ۱۹۰۷ء تک بجائے اٹھارہ روپیہ کے صرف نو روپیہ دیکر [illegible] میں نہیں کہہ سکتا کہ اس گھڑی کو اس دام میں فروخت کرنے سے مجھے منافع نہیں مگر ہاں بہت کم ہے بہت کم ہے۔ اب اس گھڑی کی حالت کو ملاحظہ فرمائیے۔ کولمبیا لیور واچ ڈبل کیس ہے اور اسکا قد بہت ہی موزون ہے بالکل نقشہ کے برابر ہے اور ڈائل بھی چینی کا ہے اور بہ لطف ہو کہ لیور ہے اسکے کیس پر چودہ قراط سونیکا پلیٹ اس طریقے سے چڑھایا گیا ہے کہ اسکا رنگ بہت مدت تک قائم رہتا ہے اس گھڑی کو دیکھکر کوئی نہیں کہہ سکتا کہ سو روپے سے کم کی گھڑی ہوگی تمام اس گھڑی کا بہت سچا ہے اور چابی بھی چوبیس گھنٹے کی ہے اگر آپکو اپنی شفقت کی کمائی کی قدر ہے اور کسی عمدہ گھڑی کی ضرورت ہو تو میری رائے ہے آپ اس گھڑی کو منگائیے دل خوش ہو جاویگا۔

نوٹ۔ چونکہ پانسو گھڑیاں اس قسم کی آئی ہیں اور خدا سے امید ہے کہ جلد یہ گھڑیاں فروخت ہو جاوینگی اسلئے جلد منگا لینا چاہئے ورنہ مقررہ تاریخ کے بعد پھر ممکن نہیں جو گھڑیاں میسر ہوسکیں آئندہ آپکی خوشی ہے تو آپ بھی فائدہ کا شریک ہوں۔

اب پڑھو اس گھڑی کی عمدگی کا کیا ثبوت ہوسکتا ہے جو منگاتا ہے وہ خوش ہو جاتا ہے چند شہادتیں بھی ملاحظہ ہوں

جناب قیاض علی صاحب کانسٹبل
پولیس ضلع گورکھپور سے تحریر فرماتے ہیں جو گھڑی [illegible] پسند [illegible] ایک عدد دوسری گھڑی [illegible] کولمبیا [illegible] ۲۱ جولائی ۱۹۰۶ء

جناب [illegible] عبد [illegible] حسین صاحب ضلع [illegible]
[illegible] کولمبیا [illegible] ۲۳ جولائی ۱۹۰۶ء

جناب سید [illegible] صاحب ضلع مرشد آباد
[illegible] کولمبیا لیور [illegible] ۲۵ جولائی ۱۹۰۶ء

جناب [illegible] صاحب [illegible]
[illegible] ۲۵ اگست ۱۹۰۶ء

جناب کا سچا خادم ایس۔ اے۔ بی بخشی۔ اینڈ کو۔ کوٹھی نمبر ۱۲۷ ہالیڈے اسٹریٹ۔ ڈاکخانہ بہو بازار۔ کلکتہ

ہندو صاحبان کو اپنے دہرم کی اور مسلمان بھائیوں کو اپنے ایمان کی قسم ہے۔ اگر انکو اس دوائی سے بھی پورا پورا فائدہ نہ ہو تو فوراً حلفی تحریر بھیجکر اپنی قیمت واپس منگالیں۔ اس سے زیادہ دوا کے پر تاثیر ہونیکا اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے۔

اس اشتہار کے پڑھنے سے بہتیروں کا بھلا ہوگا

میں تو نہ اشتہاری حکیم ہوں اور نہ ڈاکٹر بلکہ ایک معمولی کلرک ہوں ابتدائی جوانی میں ایک مرض میں مبتلا ہوگیا۔ میں نے ہر چند بہت سے بڑے بڑے اشتہاری حکیموں اور ڈاکٹروں کی دوائیں استعمال کیں مگر سوائے روپیہ کی بربادی کے مطلق ذرا فائدہ نہوا یہانتک کہ میں مایوس ہوگیا۔ اور موت کو اس زندگی پر ترجیح دینے لگا۔ مگر حسن اتفاق سے مجھے مسٹر ہکم صاحب بہادر نامی ایک یورپین سیاح کی ملازمت میں نیپال کے مشہور شہر کھٹمنڈو جانیکا اتفاق ہوا اور وہاں کی ایک سرائے گمیودم پاکر نامی میں ایک درویش روشنضمیر سے ملاقات ہوگئی۔ جنہوں نے میرے بشرے سے میری بیماری کو بھانپ کر نہایت مہربانی سے مسافرانا چندروزہ شب روز کی خدمات سے خوش ہوکر ایک نسخہ مقوی گولیوں کا اور دوسرا روغن دو شرطوں پر بتایا۔ اول شرط کہ نسخہ کو عام نہ کرنا دوم شرط یہ کہ لاگت سے کسی سے نہ لینا۔ پہلی مرتبہ ان ہر دو ادویات کو اس سنیاسی فقیر کے روبرو بعینہٖ بشکل اکیس روز میں تیار کرکے استعمال شروع کیا۔ میں خدا کو حاضر ناظر جانکر سچ کہتا ہوں کہ ساتویں ہی روز سے میری وہ تمام شکائیتیں جو ایسے مریضوں کو ہوا کرتی ہیں دفع ہونا شروع ہوگئیں۔ حالانکہ چالیس روز تک دوائی استعمال کرنی تھی۔ میرا ہاضمہ بلا کا تیز ہوگیا۔ چہرے کا رنگ جو پہلے زرد تھا۔ اب سرخ ہونا شروع ہوگیا۔ زیادہ مفصل اظہار خلاف تہذیب ہے۔ نا مور واپس آکر باقیماندہ دوائی کا مختلف قسم کے مایوس العلاج مریضوں پر بار بار تجربہ کیا۔ مگر ہر ایک قسم کی کمزوری اور غلط کاری کے علاج کے لئے اکسیر اعظم پایا اب تھوڑے عرصہ سے چند ہمدردان خلق اللہ کے مجبور کرنے پر چند اخبارات میں اس انمول اور بیش قیمت دوائی کا بعد گذرے ہوئے واقعات کے سچا اشتہار دیا گیا تھا۔ جس سے قریباً دو ہزار مریضوں کی بفضل خدا دلی مرادیں بر آئیں جن کو باوجود دیگر حکیموں اور ڈاکٹروں کے علاج معالجہ کے کچھ فائدہ نہوا تھا سینکڑوں بیحد تعریف کے خطوط ملک بھر میں سے موصول ہوچکے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ اب بھی جو اصحاب اشتہاری حکیموں کے ڈرے ہوئے اس دوائی سے فائدہ نہ اٹھائینگے وہ سراسر غلطی پر رہینگے **قیمت** فی بکس مقوی عمدہ گولیاں (جس میں اکیس گولیاں ہوتی ہیں) ڈیڑھ روپیہ ؏ قیمت فی شیشی روغن دو روپے ؏

نوٹ:- قیمت جو رکھی گئی ہے وہ لاگت دوائی خرچ اشتہارات پر مشکل کفایت ہوتی ہے۔

پتہ شیخ برکت علی بازار مچھی ہٹہ لاہور پنجاب

ممیرے کا سُرمہ

مصدقہ جناب اسسٹنٹ کیمیکل ایگزامینر صاحب بہادر گورنمنٹ پنجاب

معزز انگریزوں میڈیکل کالج کے پروفیسروں نامور ڈاکٹروں والیانِ ریاست اور ولایت کی یونیورسٹی کے سند یافتہ ڈاکٹروں نے بعد تجربہ اس سرمہ کی تصدیق فرمائی ہے کہ یہ سرمہ امراضِ ذیل کے لئے اکسیر ہے ضعفِ بصارت۔ تاریکی چشم۔ دھند۔ جالا۔ پڑوال۔ غبار۔ پھولا۔ ٹکیل۔ سرخی۔ ابتدائی موتیا بند۔ ناخنہ۔ پانی جانا۔ خارش وغیرہ معزز ڈاکٹر اور حکیم بجائے اور ادویہ کے آنکھوں کے مریضوں پر اس سُرمہ کا استعمال کرتے ہیں۔ چند روز کے استعمال سے بینائی بہت بڑھ جاتی ہے اور عینک کی بھی حاجت نہیں رہتی بچہ سے لیکر بوڑھے تک کو یہ سُرمہ یکساں مفید ہے۔ قیمت اس لئے کم رکھی ہے کہ خاص و عام اس سرمہ سے فائدہ اُٹھا سکیں قیمت فی تولہ جو سال بھر کے لئے کافی ہے ۶؎۔ ممیرے کا سفید سرمہ اعلیٰ قسم فی تولہ للعہ (خالص ممیرہ فی ماشہ عہ) مصری سرمہ فی تولہ ۸؎ خرچ ڈاک ذمہ خریدار۔ درخواست کے وقت اخبار کا حوالہ ضرور دیں۔ **المشتہر** پروفیسر میا سنگہ اہلووالیہ مقام بٹالہ ضلع گورداسپور

اِن سے بڑھکر اور کیا معتبر شہادت ہو سکتی ہے

(۱) میں بڑی خوشی سے تصدیق کرتا ہوں کہ ممیرے کا سرمہ جو سردار میا سنگہ اہلووالیہ نے ایجاد کیا ہے۔ بڑی بیش قیمت اور مفید دوا ہے۔ بالخصوص مفصلہ ذیل امراض کیلئے بمنزلہ اکسیر ہے آنکھوں سے پانی کا بہت جانا۔ دھند۔ سوزش۔ ہر قسم جسکو آنکھ آنا کہتے ہیں جلن اور کمزوری نظر ناخنہ۔ باہر اور اندر کی جھلی کا زخم اوپر سے پیپ گرنا۔ چونکہ اس سرمہ میں کوئی مضر کیمیاوی شئے نہیں ہے اسلئے ہر سنی کے لئے اسکا استعمال مفید ہے مفصلات میں جہاں لائق ڈاکٹروں کا ملنا مشکل ہے وہاں ایسی مفید دوا کو ضرور پاس رکھنا چاہئے۔ اس لئے میں بلاشک و شبہ شہادت دیتا ہوں کہ مذکورہ بالا امراض کے لئے ممیرے کا سرمہ ضروری ہی مفید ہے۔ راقم ڈاکٹر ایچ۔ بی۔ سانگلی صاحب بہادر ایم۔ ڈی۔ ایم۔ ایس سند یافتہ یونیورسٹی ایڈنبرگ انگلینڈ امرتسر۔

(۲) جناب سردار صاحب تسلیم۔ میں نے آپکا ممیرے کا سرمہ استعمال کیا ہے۔ میں تصدیق کرتا ہوں کہ بیشک یہ سرمہ کمزوری چشم کے لئے بہت مفید ہے۔ میری آنکھیں بالکل کمزور تھیں۔ لگاتار ایک پہر کام کرنے سے معذور رہ جاتا تھا۔ اب میری کیفیت ہے کہ صرف ۴ روز کے استعمال سے تین تین پہر بلکہ

پانچ ہزار روپیہ انعام اگر کوئی شخص ممیرے کے سرمہ کی سندات میں سے جو قریب بیس ہزار کے ہیں ایک کو بھی فرضی ثابت کر دے اسکو مبلغ پانچ ہزار روپیہ انعام دیا جائیگا جو اسکے لئے پنجاب بنک میں اسی مطلب کے لئے ۱۲ مارچ سنہ ۱۹۰۶ء سے جمع کیا گیا ہے

نئے سال کے نئے ارادے

سال بدلنے کے وقت انسان عموماً قدرتی طور پر ایک قسم کی تبدیلی کا شوق اپنی طبیعت میں پاتا ہے اور اپنی دلچسپی کے سامانوں۔ فائدہ کی صورتوں۔ اوقات گذاری کے مشغلوں میں کچھ نہ کچھ جدّت چاہتا ہے۔ جس سے لطف کا دوبالا ہو جانا یقینی ہے۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دُنیا کی تمام ترقیوں کا سرچشمہ یہی جدّت پسندی ہے۔ جو ازل سے فطرتِ انسانی میں ودیعت رکھی گئی ہے۔ اور اسے دوسرے حیوانات سے ممتاز کر کے اشرف المخلوقات ثابت کرتی ہے۔ چونکہ آغاز سالِ نَو پر اس جدّت پسندی کے جذبہ کو خود بخود ایک تحریک ہوتی ہے اور انسانی طبیعت "کُلّ جدیدٍ لذیذٌ" پر مائل نظر آتی ہے۔ دل میں نرالی اُمنگیں اُٹھتی اور نئی نئی اُمیدیں گھر کرتی ہیں اسلئے کوئی محلِ تعجب نہیں۔ کہ گو مخزن کی نئی جلد ششماہی وار بدلتی اور نیا سال ماہ اپریل سے گورنمنٹ کے مالی سن کے ساتھ شروع ہوتا ہے۔ مگر اس کے ناظرین لیاقت آئین۔ جنکی قدر شناسی خوش مذاقی رسالہ ہذا کے لئے مایۂ فخر و ناز و سرمایۂ عزّ و امتیاز ہے۔ اسکی حالت میں کوئی ترقی نما تبدیلی دیکھنے کے خواہشمند ہوں اور اسکے شائقین کا حلقہ وسیع بنانے کی کوششوں کے لئے قدرے تحریک چاہیں۔ لہٰذا اُن کے قدرتی اشتیاق کو مدِّ نظر رکھکر اعلان کیا جاتا ہے کہ سال آئندہ میں صرف مخزن اردو علم ادب کی خدمت اور دلاویز و کارآمد مضامین نظم و نثر کی اشاعت کے متعلق اپنے شعارِ خاص کو قائم رکھیگا بلکہ

۱۹۰۷ء کے ساتھ اپنے سامانِ دلچسپی

میں اضافہ کی کوشش کریگا۔ مغربی خیالات کے سرسبز و شاداب چمن سے نظر فریب و روح پرور پھولوں کی قلمیں لاکر گلزار اُردو کے تختے سجائیگا۔ اور مشرقی ادب کے وسیع باغ کی نئی نئی روشوں میں جاکر ایسے خوشنما و فرحت افزا گلدستے لائیگا۔ جنکے پھولوں کی خوشبو کے لئے ابھی تک عالی دماغ اصحاب صرف نسیمِ شہرت کے منت پذیر رہے ہیں۔ اور بخوبی اپنے مشامِ جان کو معطر نہیں کر سکے ہیں۔ دورانِ سال میں مخزن کئی نئے مگر نامور و زبردست اہلِ قلم کو ناظرین سے انٹروڈیوس کریگا اور انشاء اللہ عنقریب ہی ششماہی میں اس کے ایڈیٹر شیخ عبد القادر صاحب بی۔ اے کی مراجعت رسالہ کی مزید رفتار و ترقی کا باعث ہوگی۔ مگر چونکہ انسان کے تمام ارادے اسکی ذات کی مانند کمزور اور اپنی تکمیل میں ایک سب سے بڑی طاقت کی اعانت کے محتاج ہیں اس لئے بالفعل صرف سالِ آئندہ کے پہلے پرچہ کی نسبت ظاہر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُسوقت کے معزز و مقتدر شاہی مہمان عالیجناب امیر حبیب اللہ خان بہادر فرمانروائے افغانستان کی تصویر جنوری نمبر کو زینت دیگی (امید ہے کہ یہ تصویر عنقریب ولایت سے تیار ہو کر پہنچ جائیگی) اور دیگر مضامین کے علاوہ فاضل جلیل جناب مولوی سید علی بلگرامی بی۔ اے بیرسٹر ایٹ لاء کا ایک قیمتی و کارآمد مضمون۔ ہندی مسافر بغداد سید سجاد حیدر بی۔ اے کی "حضرتِ دل کی سوانح عمری"۔ اور ایک نئے مگر پختہ مشق و نامور انشاء پرداز کا تنقیدی آرٹیکل دربارہ "نثر و منشا" درج ہوگا۔ شائقینِ نظم کی ضیافتِ طبع کا سامان پروفیسر آزاد دہلوی کے غیر مطبوعہ کلام سے کیا جائیگا "اور وقت کی ضرورت پر نظر کر کے ایک جدید مستقل صیغہ واقعاتِ عالم پر سرسری نظر" کھولا جائیگا جو ایک حد تک لٹریری مذاق والوں کو اخباری فائلوں سے مستغنی بنا دیگا۔ وَلَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی